رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

ہفت روزہ

قادیان

ایڈیٹر:-
برکات احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر:-
محمد حفیظ بقاپوری

شرح
چندہ سالانہ
چھ روپے
فی پرچہ
۲/۰
اڑھائی آنہ

تواریخ اشاعت:- ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲	۱۲ ر صلح ۱۳۳۲ ہش ۵ ر جمادی الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۲ ر جنوری ۱۹۵۳ء	نمبر ۳

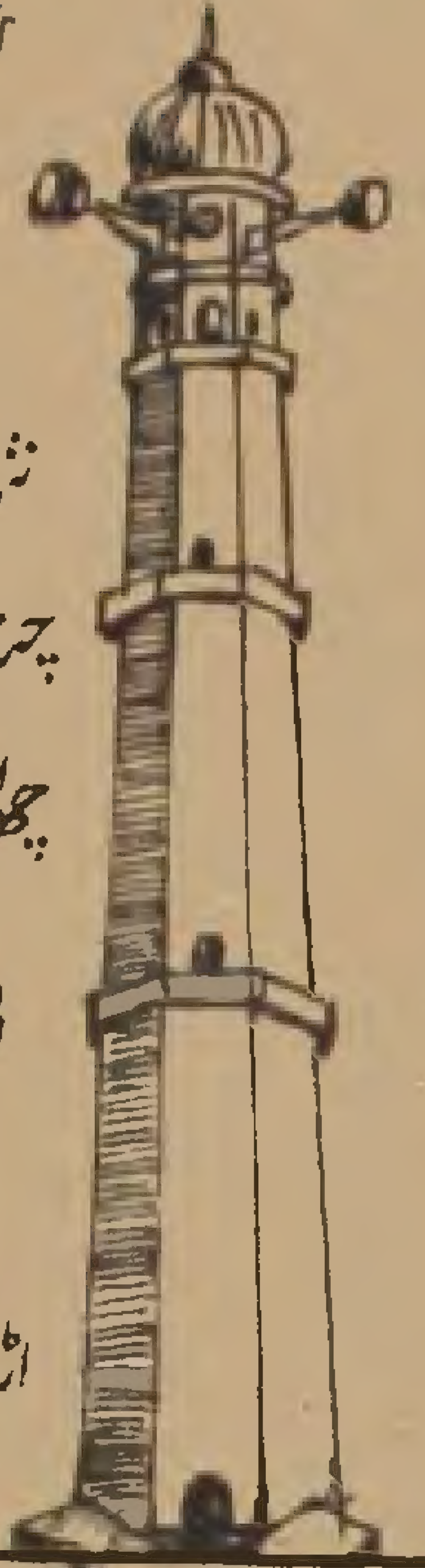

جماعت احمدیہ کی طرف سے دو گرنتھوں کی سکھ بھائیوں کی خدمت میں پیشکش

صلح و اتحاد کی ایک شاندار تقریب

قادیان ۱۲ رجنوری بروز منگل ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے محبت و اتحاد کی ایک اہم تقریب عمل میں آئی۔ جبکہ مقامی سنگھ سبھا کی طرف سے صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب کی قیادت میں حسب ذیل سات افراد گرنتھ صاحب کے دو نسخے لینے کے لئے احمدیہ محلہ میں تشریف لائے:-

(۱) صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب
(۲) سردار اوتار سنگھ صاحب
(۳) سردار امر سنگھ صاحب ذیلدار
(۴) سردار نرائن سنگھ صاحب سفید پوش
(۵) گیانی فوجا سنگھ صاحب
(۶) جوگندر سنگھ صاحب پوسٹ مین
(۷) سردار اقبال سنگھ صاحب منڈی والے

سکھ بھائیوں کے استقبال کے لئے جماعت احمدیہ کے مندرجہ ذیل قابل ذکر افراد مہمانخانہ کے سامنے موجود تھے:-

(۱) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ قادیان
(۲) جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ قادیان
(۳) محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان۔
(۴) مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان
(۵) مکرم مولوی عبدالقادر صاحب معاون ناظر امور عامہ قادیان
(۶) مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ و نمائندہ اخبار بدر

معزز مہمانوں کی آمد پر سب سے پہلے ان کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ اور اس کے بعد جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ گرنتھ صاحب کے دونوں نسخے خوبصورت رومالوں میں لپیٹے ہوئے اور پھولوں کے ہاروں سے لدے ہوئے جناب صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب کو پیش کئے۔ سکھ بھائیوں نے یہ نسخے اپنے ہاتھ پانی سے دھو کر پورے مذہبی تقدس اور احترام سے قبول کئے۔ اور ٹانگے میں رکھ لئے۔ دوسرے ٹانگوں میں علاوہ سکھ بھائیوں کے جماعت کے چند ارافراد بھی بیٹھ گئے۔ ان کے علاوہ تقریباً پچیس ساٹھ کے قریب احمدی احباب بھی پیدل جلوس کی شکل میں ساتھ روانہ ہوئے۔ سکھ بھائی اونچی آواز سے شبد پڑھتے جاتے تھے اور اپنے طریق کے مطابق بینڈ اور نفیریاں بھی بجاتے جاتے تھے۔

احباب جماعت کی طرف سے جلوس کے روانہ ہوتے وقت اور بعد میں بھی مناسب مقامات پر "گرو نانک کی جے" اور "حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ زندہ باد" اور نعرہ ہائے تکبیر بھی بلند کئے گئے۔ سکھوں اور احمدی مسلمانوں کا یہ مخلوط جلوس اور دونوں کے بزرگوں اور مذاہب کے نعرے بہت خوشکن اور بھلے معلوم ہوتے تھے۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے جلوس شہید گنج گوردوارہ میں پہنچا۔ جو محلہ دارالبرکات میں واقع ہے۔ گوردوارہ کے دروازہ پر جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب پریذیڈنٹ سنگھ سبھا اور جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب افسر جنرل سکرٹری کی قیادت میں چیدہ چیدہ سکھ حضرات استقبال کے لئے موجود تھے۔ حسن اتفاق سے سکھ صاحبان کا ماگھی کا مذہبی تہوار بھی تھا۔ اس لئے مرد، عورتیں، بچوں بوڑھوں کا ایک جم غفیر گوردوارہ میں جمع تھا۔ جو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے میں مشغول تھے۔

جناب گیانی صاحب موصوف نے گرنتھ صاحب کے ساتھ جملہ احمدی افراد کو محبت اور تپاک کے ساتھ گوردوارہ کے اندر جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ ہال کمرہ میں جہاں گرنتھ صاحب کا کیرتن ہو رہا تھا تمام احمدی احباب داخل ہو کر گرنتھ صاحب کے مغربی جانب بیٹھ گئے۔

ساڑھے نو بجے جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب نے ایک مختصر مگر جامع تقریر پنجابی میں کی جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:-

آج کا دن ایک اہم دن ہے۔ جو سکھ تواریخ میں خاص طور پر بطور یادگار کے منایا جاتا ہے یہ "ماگھی" کا تہوار ہے۔ آپ نے گورو گوبند سنگھ صاحب اور ان کے ان سکھوں کا واقعہ جو محاصرہ کے وقت ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار "بدر" قادیان سے شائع کیا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع ربوہ سے نہیں ملی۔ تاہم احباب اپنے مقدس آقا و امام ہمام ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت، درازئ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

آج کا دن ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے والا دن ہے۔ اور ہمیں بے حد خوشی اور مسرت ہے کہ اس دن کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے آج احمدی مسلمانوں کی طرف سے بھی ٹوٹے ہوئے تعلقات کو از سر نو جوڑنے اور استوار کرنے کے لئے آگے قدم بڑھایا گیا۔

میرے احمدی دوست بڑی محبت اور عقیدت اور رواداری کے جذبہ کے ساتھ میرے مادر وطن سے گورو گرنتھ صاحب کے دو نسخے (بیڑیں) لے کر یہاں پہنچے ہیں۔ شاید ہندوستان میں بھر میں یہی ایک جماعت ہے جس نے ہماری مقدس امانت کو بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ پاکستان سے منگوا کر ہمارے سپرد کیا۔ ہم اس جماعت کے حسن اخلاق رواداری اور دوست داری کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے۔

ہمیں بہت دیر تک اس روادار جماعت کے متعلق گمراہ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ ہمارے مسلمانوں کے ساتھ پرانے تعلقات تھے۔ اور اب ان کو تازہ کرنے کے لئے احمدیوں نے محبت اور پیار کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ بےشک گورو گرنتھ صاحب کی دو بیڑیں تو سوا سو روپیہ میں مل سکتی ہیں۔ لیکن اس مقدس کتاب کی اور جس قیمتی جذبہ سے یہ ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کی قیمت روپیہ میں نہیں ڈالی جا سکتی اصل قابل قدر چیز تو وہ روح اور محبت کا جذبہ ہے جو احمدیہ جماعت کے برگزیدہ اصحاب نے ظاہر کیا ہے۔

جماعت احمدیہ قادیان کے گذشتہ سالانہ جلسہ پر جب جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت نے یہ اعلان کیا کہ گیانی واحد حسین صاحب کی طرف سے اس موقعہ پر صرف دو نسخے لائے گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے اور بہت سے نسخے جمع کئے ہوئے ہیں جو وہ زیادہ اخراجات کا بار نہ اٹھا سکنے کی وجہ سے نہ لا سکے۔ تو میں نے اس وقت جناب مولوی برکات احمد صاحب ناظر امور عامہ کو جو میرے پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ ان بیڑوں کے لانے پر جو بھی خرچ آئے وہ سب کا سب ہم بخوشی ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن مولوی برکات احمد صاحب نے اس رواداری اور محبت کے پیش نظر جو احمدیہ جماعت کے افراد دوسرے لوگوں سے رکھتے ہیں جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا گورو گرنتھ صاحب کو اپنے خرچ پر منگوانا ہمارا فرض ہے۔ اور ہم سب اخراجات خود ہی ادا کریں گے۔

آخر میں آپ نے کہا کہ بے شک ۱۹۴۷ء کے خونی واقعات سے ہمارے دل زخمی ہیں لیکن احمدیہ جماعت کی طرف سے ہمارے دل صاف ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا ہے۔ خاص طور پر اس موقعہ پر گورو گرنتھ صاحب کے دو نسخے پیش کر کے پرانے تعلقات کو تازہ اور مضبوط کیا ہے اور سید بدھو شاہ صاحب کا سا عمدہ نمونہ دکھایا ہے۔ جنہوں نے گورو گوبند صاحب کا جنگ میں ساتھ دیا تھا۔ اپنے دو بیٹوں کو ان کی خاطر شہید کرایا تھا۔ اور ان کی قیمت اور صلہ میں گورو صاحب کا ایک کنگھا اور چند بال انعام میں لئے تھے۔ اسی قسم کے پرانے تعلقات میں میرے احمدی دوستوں نے اضافہ کیا ہے۔

میں احمدیہ جماعت کے برگزیدہ افراد سے یہ درخواست کروں گا۔ کہ چونکہ ان کے لئے پاکستان سے گورو گرنتھ صاحب لاکر ہمیں دینے کی سہولت ہے اس لئے وہ جس قدر نسخے بھی وہاں سے منگوا سکیں منگوا دیں۔ ہم ان کے بہت ہی شکر گزار ہوں گے۔

آخر میں گیانی صاحب نے فرمایا۔ کہ میں احمدی دوستوں کو خوش آمدید کہتا ہوں خدا کرے کہ ہمارے اور ان کے تعلقات میں اور بھی عمدگی اور خوشگواری ہو اور اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

جناب حکیم خلیل احمد صاحب کی تقریر

جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر کی تقریر کے بعد جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے مختصر تقریر فرمائی۔ جس میں ذکر کیا کہ جناب گیانی صاحب کی تقریر کے الفاظ نے جو دل کے خلوص سے نکلے تھے مجھ پر بہت اثر کیا ہے۔ اور میں ان کا جماعت کی طرف سے دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۹۴۷ء کے انقلاب کے وقت ہمارے ملک میں بہت سے لوگوں نے چاندی اور سونا اور مال و منال جمع کرنے کے لئے کوشش کی لیکن احمدیہ جماعت کے بعض عقیدتمندوں نے اپنی جھولیوں کو مقدس کتابوں کے جواہرات سے لبریز کیا۔ اور بڑی کوشش، محنت اور احترام سے گرنتھ صاحب اور ہندوؤں اور سکھوں کی دوسری مقدس کتابوں کو مغربی پنجاب میں جمع کیا۔ اور ان میں سے یہ دو نسخے آج محبت کے تحفہ کے طور پر سکھ بھائیوں کی خدمت میں پیش کئے ہیں

مذہبی کتابوں کا اصل احترام اور عزت یہ نہیں کہ ان کو خوبصورت غلافوں اور رومالوں میں لپیٹا جائے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ہم ان کو متواتر پڑھیں اور ان کے حکموں پر عمل کریں میری کتاب قرآن کریم نے جس کو میں پڑھتا اور جانتا ہوں مجھے گرنتھ صاحب کی عزت اور احترام سکھایا ہے۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ گرنتھ صاحب مجھے پڑھائیں۔ اور مجھ سے قرآن کریم پڑھیں۔ تاکہ محبت و پیار اور باہمی مفاہمت پیدا ہو اور دنیا امن و چین سے رہ سکے۔ سب مذاہب کا نقطۂ مرکزی خدا کی عبادت اور اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ ہے۔

جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ سنگھ سبھا کی تقریر

حکیم صاحب کی تقریر کے بعد جناب سردار گوردیال سنگھ باجوہ نے مختصر تقریر فرمائی جس میں کہا کہ آج حقیقت میں ایک نیا انقلاب آیا ہے۔ ہندوستان بالخصوص پنجاب میں آج سے پانچ سال پیشتر جو خونی دور آیا تھا وہ سب کو یاد ہے۔ بڑی شرم و ندامت کی بات تھی۔ کہ گوردواروں کی محض اس لئے بے حرمتی کی گئی اور بچوں کو محض اس لئے خون سے لتھڑا گیا کہ وہ ہندو یا سکھ یا مسلمان تھے۔ یہ سب کچھ مذہبی کتابوں اور ان کی تعلیمات کو بلکہ انسانیت کو چھوڑنے کا نتیجہ تھا۔ یہ ایک انقلاب تھا۔ جو ہماری آنکھوں نے دیکھا لیکن آج ہم اس وقت ایک امن و شانتی اور محبت و پریم کا انقلاب دیکھ رہے ہیں۔ جو احمدیہ جماعت کے ذریعہ سے سامنے آرہا ہے۔

تمام مذاہب ایک ہی چیز پیش کرتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے۔ مگر اس کے جلوے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا ہیں۔ لیکن اس اختلاف کی وجہ سے خدا کے وجود میں اختلاف نہیں ہو جاتا۔

سردار صاحب نے فرمایا کہ ۱۹۴۷ء کے خونی دور میں جس بُرے طریق پر مذہبی مقدس کتابوں گورو گرنتھ صاحب، قرآن شریف اور وید مقدس کی توہین اور بے حرمتی پنجاب کے دونوں حصوں میں کی گئی ہے۔ وہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ لیکن ان حالات میں بھی احمدیہ جماعت کا مشکلات پر قابو پا کر گورو گرنتھ صاحب کی بیڑیں پاکستان سے لاکر دینا ایک بڑی قابل قدر چیز ہے۔ میری سمجھ میں یہ جماعت ہمارے امن و شانتی کو پھر واپس لانے کا موجب ہوئی ہے۔ اس لئے میں احمدی بھائیوں کا تہ دل سے مشکور ہوں یقیناً انہوں نے یہ قدم اٹھا کر ہمارے دلوں کو جیتنا چاہا ہے۔ اور میں اپنی قوم سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی اس تعلق کو بڑھانے کی کوشش کریں

جناب سردار صاحب کے بعد دوبارہ گیانی فخر صاحب نے کھڑے ہو کر چند الفاظ کہے۔ اور فرمایا کہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں آج کا دن ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے کا دن ہے۔ بلاشبہ ہم لوگ ایک دوسرے سے بہت دور جا چکے تھے۔ ہمارے تعلقات کی خلیج بہت وسیع ہو چکی تھی۔ مگر آج کے مبارک دن میں وہ ٹوٹے ہوئے تعلقات استوار ہونے کا موقعہ نکل آیا ہے ہمارے بزرگ حکیم صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ گرنتھ صاحب پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں خوشی سے اس بات کے لئے تیار ہوں کہ گورو گرنتھ صاحب پڑھاؤں وہ جب چاہیں شوق سے پڑھیں اور سنیں۔

یہ مبارک اور محبت و پریم کی تقریب قریباً ساڑھے دس بجے ختم ہوئی۔ (نامہ نگار)

ایک درویش کی وفات

قادیان ۱۸ر جنوری ساخرین کو آج ساڑھے پانچ بجے شام پیر فضل دین صاحب ناگی درویش قادیان اپنے کسی کام کیلئے بہمن ڈنہ گئے۔ گذر رہے تھے کہ رستے میں بیمار ہو گئے اور جب فتح محمد صاحب نانبائی نے تھام لیا اور چارپائی پر ڈال کر ہسپتال پہنچایا گیا مگر رستہ میں ہی حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مرحوم مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی اس اچانک وفات سے درویشوں کو خاص صدمہ ہوا۔ خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ورثاء کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

ہفت روزہ بدر قادیان ــــــــــ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۵۳ء

تمباکو نوشی کی مضرت

تمباکو نوشی خواہ وہ حقہ یا سگریٹ کے ذریعہ ہو۔ یا پان وغیرہ کے ذریعہ سے ایک نہایت ہی مکروہ اور مضرت رساں چیز ہے۔ آئے دن نئے نئے طبی انکشافات سے اس کی مضرت اور نقصان رسانی واضح ہو رہی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں انٹرنیشنل کینسر یونین کے سیکرٹری ڈاکٹر ہائی لینسی آف بلجیم نے مدراس میں کینسر کی موذی اور مہلک بیماری کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ:۔

"تمام قسم کی تمباکو نوشیوں کے طریقوں سے زیادہ نقصان رساں سگریٹ نوشی کا طریقہ ہے۔ حال کی تحقیقات سے قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ تمباکو نوشی خصوصاً سگریٹ نوشی پھیپھڑوں کے کینسر (سرطان) کا زیادہ سبب ہے۔ اور مسلسل تمباکو نوشی کرنے والے لوگ پچیس برس کے بعد پھیپھڑوں کے کینسر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جوں جوں سگریٹ نوشی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے کینسر کی بیماری میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔"

(بحوالہ اخبار ریاست مورخہ ۱۲ جنوری)

دنیا کے ایک ماہر اور اکسپرٹ ڈاکٹر کی مندرجہ بالا رائے تمباکو نوشی کرنے والوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی جسمانی یا روحانی نقصان سگریٹ نوشی سے نہ بھی ہوتا تب بھی اس لغو، مکروہ اور بے کار چیز سے لوگوں کو بچنا چاہیئے تھا۔ لیکن اب جبکہ طبی تحقیقات سے اس کا مضر صحت ہونا روز بروز واضح ہوتا جا رہا ہے۔ تو لوگوں کو اس بیہودہ چیز کو ترک کرنا از بس ضروری ہے۔

تاریخی روایات سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ جب شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں تمباکو ہندوستان میں لایا گیا۔ تو اس نے اپنی قلمرو میں اس کا استعمال حکماً روک دیا۔ گذشتہ دنوں دہلی کی اسمبلی میں بھی یہ قانون پاس ہوا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص سینماؤں یا تھیٹروں میں سگریٹ نوشی کرے تو اس کو پولیس گرفتار کر سکتی ہے۔ اور اس کو بیس روپیہ تک جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن صرف ایسی پابندی کافی نہیں۔ اس بارہ میں دزیر صحت حکومت ہند راجکماری امرت کور صاحبہ کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ اور ملک میں تمباکو کی کاشت۔ خرید و فروخت اور استعمال پر سخت ترین پابندیاں عائد کرنی چاہیئیں۔ تاکہ ایک طرف تو اربوں روپیہ جو اہل ملک کا ماہوار تمباکو کے استعمال پر خرچ ہوتا ہے بچ سکے اور دوسری طرف لوگوں کی صحتیں بھی برباد نہ ہوں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ احمدیہ جماعت مجموعی طور پر تمباکو نوشی اور حقہ و سگریٹ نوشی سے احتراز کرتی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے اس کو مکروہ اور لغو شے قرار دیا ہے۔ اور اس سے حتی الوسع اجتناب کرنے کی تلقین فرمائی ہے لیکن پھر بھی خال خال شاذ کے طور پر ایسے احمدی پائے جاتے ہیں۔ جو پرانی عادت یا کسی مجبوری کی وجہ سے اس کا شکار ہیں۔ ایسے احمدیوں کو چاہیئے کہ [illegible] طور پر ترک کر کے ایک طرف اپنے مطاع اور آقا کا حکم مان کر اخروی ثواب کی توفیق پائیں اور دوسری طرف اپنی صحتوں کو بھی نقصان سے بچائیں۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب اہالیان وطن بالخصوص احباب جماعت کے لئے ہر ضرر اور تکلیف سے بچنے کے سامان پیدا فرمائے۔ اور ان کو ہر اعتبار سے ترقی اور سربلندی عطا کرے۔ آمین۔

:- درخواست دعا :-

میرے اکلوتے لڑکے عزیزم نورالدین کو مورخہ ۷ جنوری ۱۹۵۳ء کو اللہ تعالیٰ نے پہلا فرزند عطا فرماتے ہوئے مجھ کو پوتا عطا فرمایا ہے۔ بزرگان سلسلہ کی خدمت میں دردمندانہ درخواست ہے کہ دعا فرمائی جائے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو درازیٔ عمر عطا فرماتے ہوئے خادم دین بنائے آمین۔

خاکسار الہ دین درویش قادیان

شہنشاہ اکبر

(۲)

گذشتہ سے پیوستہ

از قلم آنریبل پنڈت جواہر لال صاحب نہرو

اس مضمون کو جو پنڈت جی کی مشہور کتاب Glimpses of world History سے لیا گیا ہے۔ وہ لوگ ضرور توجہ سے پڑھیں۔ جن کو مسلمانوں کے کسی بادشاہ میں کوئی خوبی بھی نظر نہیں آتی۔

(ایڈیٹر)

"میں نے اکبر کو اشوک کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لیکن اس موازنہ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ وہ کئی رنگوں میں اشوک سے مختلف تھا۔ وہ بہت اولوالعزم اور حوصلہ مند تھا۔ اپنی وفات تک وہ فاتحانہ انداز میں رہا۔ اور اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے لئے سرگرم رہا۔ عیسائی مؤرخ لکھتا ہے:۔

"اکبر ایک ہوشیار، بیدار مغز اور پختہ رائے والا شخص تھا۔ وہ معاملات میں پوری حزم و احتیاط سے کام لیتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر مہربان اور خوش خلق اور فیاض تھا۔ اس کے ساتھ اس کو وہ جرأت بھی حاصل تھی جس سے وہ [illegible] سر کرتا تھا۔ وہ بہت سی چیزوں میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اور ان کو سیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ اور نہ صرف یہ کہ اس کو فوجی اور سیاسی امور کے متعلق پوری واقفیت تھی۔ بلکہ بہت سے مشینی فنون سے بھی بخوبی آگاہ تھا۔ اس بادشاہ سے نرمی اور بردباری کی روشنی پھوٹ پھوٹ کر نکلتی تھی۔ اور وہ ان لوگوں سے بھی محبت اور نرمی کا سلوک کرتا تھا جو اس کی ذات کے متعلق باعث آزار ہوئے تھے۔ اس کا مزاج شاذ ہی برہم ہوتا تھا۔ لیکن جب ایسی کیفیت ہوتی تو بہت بے اختیار ہو جاتا۔ لیکن اس کا غصہ کبھی بھی لمبا عرصہ تک نہ رہتا تھا۔"

یہ یاد رکھو کہ مندرجہ بالا بیان کسی درباری کا نہیں۔ بلکہ ایک غیر ملکی شخص کا ہے۔ جس کو اکبر کے حالات کے مشاہدہ کے بہت سے مواقع میسر آئے۔

اکبر نے اپنے گرد و پیش بہت سی لائق شخصیتیں جمع کر لی تھیں۔ جو اس کے لئے وقف تھیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہم دو بھائی ابوالفضل اور فیضی تھے۔ اور بیربل جس کے متعلق آج تک بھی بے شمار کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ ٹوڈرمل اس کا وزیر مال تھا۔ اسی نے تمام مالی نظام پر نظرثانی کی۔ تمہارے لئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ اس زمانہ میں کوئی زمینداری سسٹم نہ تھا۔ اور نہ کوئی بڑے بڑے زمیندار تھے۔ حکومت کاشتکاروں سے براہ راست طور پر معاملہ کرتی تھی۔ . . . . موجودہ زمانہ کے زمیندار برطانوی حکومت کی پیداوار ہیں۔

جے پور کا راجہ مان سنگھ اکبر کے بہترین جرنیلوں میں سے تھا۔ اور تان سین جو اب ہندوستانی گویوں کا سرتاج ہے بھی اکبر کے مشہور درباریوں میں سے تھا۔

اکبر اختیار اور اقتدار کا مجسمہ تھا۔ لیکن [illegible] رد عمل آزادانہ تھا۔ کیونکہ اگر ضمیر کی آزادی ضروری تھی تو سیاسی اعتبار سے لوگوں کو کیوں آزادی نہ دی جاتی۔ مختلف علوم کے ساتھ اس کو بہت لگاؤ اور دلچسپی تھی۔ بدقسمتی سے وہ خیالات جس سے اس وقت یورپ کا پیٹ مخصوص کر رہا تھا۔ ہندوستان میں ابھی نہ آئے تھے۔ نہ ہی پریس موجود تھی۔ اس طرح تعلیم بہت محدود تھی۔ یہ بات تمہارے لئے تعجب انگیز ہوگی کہ اکبر ناخواندہ تھا۔ وہ لکھنا اور پڑھنا نہ جانتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے وہ بہت بڑا عالم تھا۔ اور کتابیں سننے کا بہت مشتاق تھا۔ اس کے حکم کے ماتحت بہت سی سنسکرت کی کتابیں فارسی میں ترجمہ ہوئیں۔

یہ بات دلچسپی کا باعث ہے کہ اس نے ہندو بیوگان کے متعلق ستی ہونے کی رسم کو بند کرنے اور جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے طریق کو روکنے کے لئے احکام جاری کئے۔

اکبر کی وفات اکتوبر ۱۶۰۵ء میں ہوئی۔ جبکہ اس کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ اس نے ۴۹ سال حکومت کی۔ وہ سکندرہ آگرہ کے قریب مقبرہ میں دفن ہوا۔

شناخت انبیاء

از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی انچارج جامعۃ المبشرین قادیان

نبی بمقابلہ دنیادار

دنیا میں تاجروں کا کاروبار کسی سے مخفی نہیں ہوتا وہ دنیوی سامانوں کی تجارت کرتے اور نفع کما کر اپنا اور اپنے بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کا پیٹ پالتے ہیں۔ وہ ایک طرف سے چیزیں خرید کرتے اور دوسری طرف وہی چیزیں کسیقدر زائد قیمت پر فروخت کر کے نفع کماتے اور دنیوی امتعہ اکٹھی کرتے ہیں۔ یہی حال دیگر پیشہ وروں کا ہے۔ کہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح مال کمانے کی فکر میں ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کا پیٹ پال سکیں۔ وہ کوئی کام اختیار کرتے یا کوئی پیشہ سیکھ کر روٹی کا سامان پیدا کرتے ہیں۔ غرضیکہ جہاں تک پیٹ پالنے کا سوال ہوتا ہے لوگ اس کے لئے رات دن ایک کر دیتے ہیں۔ اس کے لئے حسب طاقت و استطاعت بڑے بڑے پروگرام بناتے ہیں۔ اس کے لئے رسوخ پیدا کرتے ہیں۔ ماحول تیار کرتے ہیں۔ سوسائٹی بناتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی آرام سے گزارنے کے لئے ہر وقت فکرمند رہتے ہیں۔ لیکن ان کے برخلاف نبی اپنا سب کچھ خدا کے رستہ میں دے ڈالتا ہے۔ وہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈالدیتا ہے۔ وہ لوگوں کو اپنا دشمن بنالیتا ہے۔ اس کی بات سنکر اس کا ماحول اس کے خلاف ہوجاتا ہے۔ اور چھوٹے بڑے اس کی جان و مال و عزت و آبرو کو برباد کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ماریں کھاتا ہے بعض اوقات اسے اپنے رشتہ داروں سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ وہ اپنا گھر بار چھوڑنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور جونہی اسے حکم ملتا ہے۔ وہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے لئے قربان کر کے اپنے وطن سے بے وطن ہوجاتا ہے۔ لوگ اس کے مشن کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ اور اس کا آرام اس پر حرام کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ طرح طرح سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس کی کشتی منجدھار میں ہوتی ہے اور وہ کمزور ہوتا ہے۔ بے سروسامان ہوتا ہے۔ اس کے ماننے والے کمزور ہوتے ہیں۔ بے سروسامان ہوتے ہیں۔ لوگوں کے ظلموں کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہوتے ہیں وہ اپنے نفس کے لئے کسی سے بھی کچھ نہیں مانگتا۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ اس نے

اس کی زندگی اور اہل و عیال کی زندگی تلخ نہیں ہوجاتی۔ مسیح نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ جنگل کے درندوں کے لئے بھٹ ہیں مگر ابن آدم کے لئے سر چھپانے کے لئے بھی جگہ نہیں یہ فرق ہے اس میں اور دوسرے دنیاداروں اور آرام طلب لوگوں میں اسے دنیاداری اور آرام طلبی یا عیش پرستی کا طعنہ دینے والے سراسر ظالم طبع لوگ ہوتے ہیں۔ انبیاء کی زندگی بخلاف دیگر دنیاداروں کے اشتروں کی ایک مالا ہوتی ہے جو گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکالیف کے بعد باوجود بادشاہت حاصل کر لینے کے فرمایا الفقر فخری۔ مجھے بادشاہت سے کیا کام مجھے تو اپنے فقر پر فخر ہے آپ کے حالات آپ کی صداقت کا بین ثبوت ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا اور اس کی جھوٹی اور خالی چیزوں کی قطعاً کوئی

پرواہ نہ تھی۔ نہ آپ جھوٹی عزت و شہرت کے خواہاں تھے۔ کفار نے آپ کی تبلیغ سے تنگ آکر آپ کے پاس ایک وفد بھیجا۔ جس نے آپ کے سامنے مال و دولت۔ عورت۔ امارت و حکومت اور سرداری پیش کر کے بت پرستی کے خلاف وعظ کو بند کروانا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے دائیں سورج اور بائیں چاند بھی لاکر رکھ دیں تو میں اس کام سے رک نہیں سکتا۔ کیسا شاندار جواب ہے۔ اس عظیم الشان پیشکش کا جو کفار کی طرف سے پیش ہوئی تھی۔ اگر معترضین کے خیال کے مطابق آپ سب کچھ اپنے نفس کی خاطر کر رہے تھے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کونسا اچھا موقع ہو سکتا تھا۔ ایک لفظ کے ساتھ ساری کلفتیں اور تکالیف دور ہو کر ہر قسم کا عیش و آرام۔ عزت و بڑائی حاصل ہو سکتی تھی۔ حسب منشاء مال مل سکتا تھا حسب منشاء حسین سے حسین جوان بیوی مل سکتی تھی حسب منشاء قوم کی سرداری و عزت مل سکتی تھی۔ اور بغیر کسی تکلیف و محنت کے مل سکتی تھی۔ مگر آپ نے ان سب چیزوں پر لات مار کر دکھوں تکلیفوں اور مخالفتوں میں پہلے سے بہت زیادہ اضافہ کر لیا اور ہجرت کے ذریعہ سے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ دنیا میں اس کی کوئی مثال ہیں نظر نہیں آتی۔

(۲) نبی بمقابلہ فلاسفر

ایک فلاسفر تو صرف دنیوی مفکر اور عالم ہوتا ہے جس کا کام صرف دماغی قوتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ وہ قلبی کیفیتوں سے بالکل عاری ہوتا ہے۔ وہ ہم دینوں فلاسفروں کا کیریکٹر ہو سکتا ہے کہ ان کے خیالات کے خلاف ہو لیکن ایک نبی کا تعلق علاوہ دماغی قوتوں کے قلبی کیفیات اور جذبات کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ وہ انسان کی قلبی اور دماغی دونوں قوتوں کی تربیت کرتا ہے۔ نبی فلاسفر بھی ہوتا ہے۔ لیکن فلاسفر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نبی ہو۔ ایک طرف فلاسفر اپنی قوت فکریہ سے کام لے کر چیزوں کا فلسفہ معلوم کرتا ہے لیکن دوسری طرف ایک نبی قوت فکر و ذکر دونوں کی صلاحیتوں کو ابھارتا ہے۔ وہ دماغی قوتوں کی نشوونما کے ساتھ قلبی صلاحیتوں کو بھی ترقی دیتا ہے۔ اور پھر وہ قلبی صلاحیت والوں کو ان دماغی صلاحیت رکھنے والوں پر غالب کر دیتا ہے۔

پھر نبی دماغی چالاکیوں سے کام لے کر دنیا میں اہل مغرب کی طرح فتنہ و فساد کی راہوں کو پیدا نہیں نہیں کرتا برخلاف اسکے دنیوی فلاسفر عام طور پر فتنہ و فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے اس زمانہ میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یورپ کا فلاسفر دنیا میں بدامنی پیدا کرنے کا باعث بنا ہوا ہے۔ نبی پاکیزہ زندگی کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کے اخلاق حسنہ دنیا کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔ لیکن فلاسفر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ اخلاق کا مجسمہ ہو۔ بلکہ بسا اوقات اکثروں کے اخلاق رذیل اور پست ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال و افعال میں سخت تضاد ہوتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی قابل نفرت ہوتی ہے۔ لیکن نبی کی پاکیزہ زندگی کو لوگ دیکھ کر آہستہ آہستہ اسے اپنے لئے اسوہ حسنہ سمجھ کر اس کے رنگ میں رنگین ہو جاتے اور اس کی پاکیزہ زندگی سے متاثر ہو کر اپنے اندر تبدیلی پیدا کر لیتے اور پاکیزگی کے بلند مقام پر جا پہنچتے ہیں۔ فلاسفر اکثر دنیا کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسا کہ آجکل یورپ لے جا رہا ہے۔ لیکن انبیاء انجام کار دنیا کے لئے آرام سکھ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی تعلیم پر عمل کے نتیجہ میں لوگ دنیا میں جنت دیکھ لیتے ہیں۔ وہ بے شک عقل کو بھی اپیل کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ان کا سارا زور قلب کی اصلاح اور اس کی صفائی پر صرف ہوتا ہے یہ نکتہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ دل بادشاہ ہے نہ کہ دماغ خدا تعالےٰ کا کلام انسان کے

مقدمہ باغ بہشتی مقبرہ

احباب کی خدمت میں اطلاعاً شائع کیا جاتا ہے کہ باغ بہشتی مقبرہ جس کے متعلق گذشتہ دنوں ایک مقدمہ اسسٹنٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کے پاس جماعت کے خلاف شروع کیا گیا تھا۔ اور جس کے متعلق اکثر جماعت ہائے ہندوستان نے باغ کے مذہبی تقدس کے پیش نظر تشویش اور بے چینی کا اظہار کیا تھا۔ اور بہت سی جماعتوں نے ریزولیوشنوں کے ذریعہ سے حکومت ہند اور حکومت پنجاب سے اس کارروائی کے ختم کرنے کی درخواست کی تھی۔ مورخہ ۵ ارجنوری کو ختم ہوگیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خدا تعالےٰ اپنے فضل سے ان تمام احباب کو جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس جماعتی کام میں تعاون فرمایا ہے۔ جزائے خیر دے۔ اور تمام جماعت کا ہر طرح سے حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

دل پر نازل ہوتا ہے نہ کہ دماغ پر۔ ہاں دماغ اس کے لئے بطور وزیر اور معاون کے ہے اور زبان بطور لاؤڈ سپیکر کے اس لئے الہام دل پر نازل ہونے کے بعد دماغ اور زبان کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔ پس انبیاء کی باتیں صحیح عقل اور صحیفہ فطرت کے مطابق ہوتی ہیں۔ وہ مذہب اور عقل اور قانون نیچر کا باہم اتحاد کا ثبوت پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ اگر سچے خدا کا پتہ دیتے ہیں۔ لوگوں کا اس کے ساتھ تعلق پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن دنیا کے فلاسفر اپنی عقل کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ اور اپنے خالق کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور وہ اس کا پتہ لگانے سے قاصر رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا سارا تار و پود صرف عقل سے تیار ہوتا ہے اور عقل خود اندھی ہے اگر نیر الہام نہ ہو۔ جس طرح آنکھ کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اسی طرح عقل کے لئے الہامی روشنی کی ضرورت ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے نبیوں کو ملتی ہے۔ اس سے فلاسفر محروم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے فلاسفر صرف عقل کا غلام ہوتا ہے اور مذہب سے عموماً کورا ہوتا ہے۔ حالانکہ مذہب ہی ہے۔ جو اس کی عقل کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر عقل غیر محسوس اشیاء کے متعلق صحیح راہنمائی کر سکتی تو فلاسفروں میں خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں شدید اختلافات رونما نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء یقین کے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر فلاسفروں کی تھیوریاں آئے دن بدلتی رہتی ہیں۔ کیونکہ ان کے علوم ان کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مگر انبیاء کے علوم وحی کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں۔

(۳) نبی بمقابلہ سیاسی لیڈر

نبی اور ایک سیاسی لیڈر میں یہ فرق ہوتا ہے اس کی قوم اسے آگے کرتی ہے نبی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید ہوتی ہے۔ اس پر غیب کی باتیں قبل از وقت کھولی جاتی ہیں۔ اسے علوم اور حقائق و معارف کا خزانہ ملتا ہے۔ اس کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ وہ قبل از وقت پیشگوئی کر دیتا ہے کہ وہ کامیاب اور غالب ہوگا۔ اس کے دشمن ناکام اور مغلوب ہوں گے۔ لیکن ایک سیاسی لیڈر کبھی تحدی کے ساتھ اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

پھر نبی دنیا سے وہ بات منواتا ہے۔ جسے سنکر لوگ پہلے انکار کر دیتے ہیں اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اسے قتل کرنے کے منصوبے اور کوششیں کرتے ہیں اور اسے اس کے مقصد میں ناکام بنانے کے لئے پورا زور لگاتے ہیں۔ لیکن ایک سیاسی لیڈر دنیا سے کوئی ایسی بات منوانے کی کوشش نہیں کرتا۔ جسے وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں۔ وہ دنیا کے سامنے ایسا پروگرام رکھتے ہیں جس کی طرف دنیا کا رجحان پاتے ہیں اور جسے وہ ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اور پھر اسے مان کر فوراً اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ وہ کبھی ان کے خلاف نہیں چلتے۔ بلکہ ہمیشہ ان کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہیں لیکن نبی ایک ہی بات کہہ کر سب کو اپنے خلاف کھڑا کر لیتا ہے کیونکہ وہ خدا کی منوانے آتا ہے نہ کہ ان کی ماننے کے لئے اس لئے کسی کے نہ ماننے کا اس کو کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ لیکن اور سیاسی لیڈر جانتا ہے کہ اگر میں ان کے سامنے کوئی ایسی بات رکھوں گا جو ان کی مرضی کے خلاف ہوگی تو یہ سب میرے خلاف ہو جائیں گے اس لئے وہ ان سے ڈرتا ہے اور ان کی مرضی کے خلاف کسی بات کی ان کو دعوت نہیں دیتا۔ نبی آکر ان کے خیالات و اعمال ہر دو کے خلاف امور ان سے منوانا چاہتا ہے۔ وہ پرانے آسمان و زمین کو گرا کر نیا آسمان و نئی زمین پیدا کرنا چاہتا ہے ہمارے سامنے گاندھی جی اور ہٹلر کی مثالیں موجود ہیں۔ بیشک وہ اپنے ملکوں کو اپنے پیچھے لگانے میں کامیاب ہوئے مگر صرف وہی بات منوا کر جو خود اہل ملک چاہتے تھے۔ نہ کہ ان کی مرضی کے خلاف چلا کر مگر نبی لوگوں کو ان کی مرضی چھڑا کر خدا کی مرضی منواتا اور مخالفتوں کے پہاڑوں اور جنگلات کو عبور کر کے اور ان میں سے گزر کر منواتا ہے۔ دنیا کا کوئی سیاسی لیڈر نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پس اصل اور حقیقی کامیابی نبی کی کامیابی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو ہوئی۔ اور بے شمار باتوں میں ان میں فرق ہے جن کا مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کے لئے خدا تعالیٰ کی خاص قضاء و قدر جاری ہوتی ہے جیسا کہ بدر کے موقع پر ہوئی تھی ان کی کثرت سے دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ خدائی نشانات اور تائیدات ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر لوگوں کے ایمان و یقین ترقی کرتے ہیں۔ اور جو دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن دنیوی سیاسی لیڈر ان باتوں سے تہیدست ہوتے ہیں۔

(۴) نبی بمقابلہ منجم۔ جوتشی۔ طبیب رمال۔ قیافہ دان۔ کاہن۔ جفری۔ فالبین

وایہ و بعض مجانین اور حال کے زمانہ کے مسمریزم والے اور سپرچولسٹ وغیرہ۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں۔ امور غیبیہ بتلانے والے دنیا میں بہت سے لوگ موجود ہیں اور وہ بہت سی غیب کی باتیں بتلاتے ہیں اور وہ پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لئے غیب کی باتیں بتلانا الہام کی سچائی کی قطعی دلیل نہیں ہو سکتا۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا قسم کے لوگ محض اٹکل پچو اور عقلی اندازہ اور وہم سے باتیں بتلایا کرتے ہیں وہ کوئی بات قطعی اور یقینی طور پر نہیں بتا سکتے۔ اور نہ ہی وہ یقین کے ساتھ ایسا کوئی دعوےٰ کرتے ہیں۔ بعض لوگ صرف علامات اور ظنی اسباب سے کام لے کر غیب کی باتیں بتاتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کے متعلق خود انہیں یقین کامل نہیں ہوتا۔ اور اکثر ان کی خبریں غلط اور جھوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ اور نہ ہی ان کی پیشگوئیوں کو کوئی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی کامیابی بلکہ ایسے لوگوں کی اپنی حالت بھی اکثر بدبختوں والی ہوتی ہے اور ان پر خدا کے قہر کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو کوئی برکت اور عزت اور مدد نہیں ملتی۔ لیکن انبیاء کا حال ان سے بالکل مختلف ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے کامل فضل اور کامل رحمت اور برکت سے ایسی اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں بتاتے ہیں جن میں قبولیت و عزت کی اعلیٰ علامات نظر آتی ہیں۔ ان میں بڑی بڑی بشارتیں پائی جاتی ہیں اور ان کی خبریں دشمن کے لئے خوفناک انداز میں ہوتا ہے۔ ان میں اپنی عزت اور دشمن کی ذلت اپنا اقبال اور دشمن کا ادبار و زوال اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی، اپنی فتح اور دشمن کی شکست اور اپنی سرسبزی اور دشمن کی تباہی کا حال کھول کر بیان کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسی خبریں ہیں کہ مذکورہ بالا فرقوں میں سے کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ ہمیشہ اپنی ہی خیر ظاہر کرنا اور مخالف کا زوال ظاہر کرنا اور اس کا حال تبلانا اور جو بات مخالف منہ سے نکالے اسے توڑ کر رکھ دینا اور جو بات اپنے مطلب کی ہو اس کے ہو جانے کا تحدی کے ساتھ وعدہ کرنا خدائی ہے انسان کا کام نہیں ہے چونکہ خدا انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے ایسی غیب کی باتیں وہی ان کو بتلاتا ہے۔ جن سے ان میں اور ان دوسرے لوگوں میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام دنیا کے مقابلہ میں تمام مخالفوں کے مقابلہ میں تمام دشمنوں کے مقابلہ میں تمام منکروں کے مقابلہ میں تمام دولت مندوں اور تمام زورآوروں اور حکومتوں کے مقابلہ میں تمام حکیموں اور فلاسفروں اور عالموں اور اہل مذاہب کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ایک عاجز ناتوان بے زر بے گھر امی ناخواندہ کو تربیت کیا جاتا ہے کہ اول کامیابی کے وعدے دیئے اور پھر کامیاب کر کے دکھا دیا۔ یہ کسی انسان کا کام نہ تھا۔ اگر یہ کسی انسان کا کام تھا تو کوئی اس کی نظیر ہمیں دکھلا دے۔ خدا کے انبیاء کے سوا کہیں ایسے واقعات نہ ملیں گے۔ ایک ان پڑھ غریب تنہا بیکس اور مسکین انسان نے اپنے دین کے پھیلنے اور اپنے مذہب کی جڑھ پکڑنے کی اس وقت خبر دی کہ جب تمام حالات اس کے خلاف تھے۔ اور مقابلہ ان لوگوں سے تھا کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور مخالفت وہ ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر اب دنیا کے کنارے تک نظر دوڑا کر دیکھ لو کہ کس طرح وہی ناتوان فرد واحد اپنے دین کو پھیلانے میں کامیاب رہا اور کس نے اسے طاقت اور دولت اور بادشاہتیں دے دیں۔ اور کس طرح ہزاروں سالوں کے تخت نشینوں کو تاج و تخت سے محروم کر کے اپنی پیشگوئیاں پوری کرائیں خدا نے فرمایا تھا کہ میں اپنے کلام کی حفاظت کروں گا۔ کیا وہ کی ہے یا نہیں۔ خدا نے کہا تھا کہ کوئی میری کتاب کا معرفت۔ حکمت۔ فصاحت و بلاغت اور علوم باطنیہ میں اور دلائل عقلیہ و نقلیہ و حقیقیہ میں مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ کیا کسی نے آج تک مقابلہ کر کے دکھایا۔ اور اگر کوئی اس سے منکر ہے تو اب کر کے دکھا دے۔ ورنہ خدا کا الزام اس پر قائم ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ بعض لوگ اپنی دماغی قوت سے کام لے کر مکر اور فریب کی باتیں بتلاتے ہیں جن سے ہر انسان واقف ہے اور اس قسم کے [illegible] کے سامنے چل بھی جاتے ہیں۔ جس سے مکاروں کو اور بھی دلیری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جہلاء چوپایوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ان باتوں کی تحقیق نہیں کر سکتے اور نہیں غور و خوض کا موقعہ بھی کم ہی ملتا ہے۔ کیونکہ ایسی باتوں کا عرصہ قلیل ہوتا ہے۔ پھر عوام کو علوم طبعی وغیرہ اور فنون فلسفہ کا کوئی علم نہیں ہوتا اور نہ وہ چیزوں کے خواص سے واقف ہوتے ہیں اور نہ وہ سپرچولسٹوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اور طبعی کی باریکیوں کو وہ نہیں جانتے۔ اس لئے علوم جدیدہ والے نئے دعوے اور معجزے دکھلا دیتے ہیں۔ اور یہ باتیں اگر سچی بھی نکلیں تو ان کی تحقیق عوام کے لئے مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے ان شبہات کے دور کرنے کے لئے یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت کے جلوے بھی ہوں۔ اور اس کی تائیدات بھی ہوں۔ اور قبولیت دعا کے نمونے بھی ہوں۔ خدائی نصرت پر مشتمل ہوں۔ اپنی فتح اور دشمن کی شکست اپنی عزت اور مخالف کی ذلت اور اپنے اقبال اور مخالف کا زوال کا حال بیان کیا گیا ہو ان باتوں کے ذریعہ سے نبیوں اور دوسرے خبریں دینے والوں میں فرق اور امتیاز ظاہر ہو سکتا ہے۔

نیا فن جاریہ

احمدیوں کا اجتماع

(منقول از ہفت روزہ اقدام لاہور ۵ جنوری ۵۳ء)

چنیوٹ سے چھ میل کے فاصلے پر چناب کے کنارے کالے کالے مہیب پہاڑوں کے درمیان صاف ستھرے مکانوں کی ایک نئی بستی آباد ہو رہی ہے۔ یہ بستی جماعت احمدیہ پاکستان کا مرکز ہے۔ اور "ربوہ" کے نام سے مشہور ہے۔ ہر چند کہ بستی تعمیر کے ابتدائی مراحل میں سے گذر رہی ہے۔ پھر بھی اس درجہ اہمیت حاصل کر چکی ہے کہ اس کا اپنا ریلوے اسٹیشن۔ لاریوں کا اڈہ۔ پوسٹ آفس پبلک کال آفس۔ اور تار گھر بھی معرض وجود میں آ چکا ہے۔ ہر سال دسمبر کے آخر میں یہاں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے۔

پاکستان کے کونے کونے سے احمدی یہاں کھچے چلے آتے ہیں۔ اور وہ چہل پہل ہوتی ہے کہ اس خاموش بستی کے ذرہ ذرے میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور کثرت اژدہام سے گرد و غبار کے بادل اُٹھ اُٹھ کر دور دراز سے گزرنے والے راہگیروں کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہتے۔

اس مرتبہ جہاں ہزاروں احمدی عقیدتمند ربوہ میں آ جمع ہوئے تھے وہاں مجھ جیسا سیدھا سادہ مسلمان بھی جا براجمان ہوا۔ میرا خیال تھا کہ انتہائی شدید مخالفت کے باعث اب اس جماعت کے حوصلے پست ہو چکے ہونگے اور اس مرتبہ جلسہ پر وہ رونق نہیں ہوگی جو ہمیشہ سننے میں آتی ہے۔ لیکن مجمع دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں وہاں پہنچا۔ تو جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد جلسہ کا افتتاح کرنے کے لئے جلسہ گاہ میں پہنچ چکے تھے۔ اور اپنی تقریر کے ابتدائی فقرے زبان سے ادا فرما رہے تھے۔ جلسہ گاہ ہر قسم کے شان و شکوہ سے بالکل عاری تھی۔ ایک معمولی سی حد بندی کے وسیع احاطے میں خوش پوش ہزاروں کی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹھنے کے لئے دریوں تک کا انتظام نہ تھا۔ مٹی پر مٹی ہی کے رنگ کی پرالی پھیلی ہوئی تھی۔ جس پر مرزا صاحب کے ہزاروں مرید بے تکلف بیٹھے ہمہ تن گوش بنے جلسہ سن رہے تھے۔

البتہ اسٹیج پر جو جلسہ گاہ کی مناسبت سے اچھا خاصہ وسیع تھا۔ دریاں بچھی ہوئی تھیں سٹیج اور پبلک کے درمیان آجکل کے "فیشن" کے مطابق کافی فاصلہ تھا۔ جو غالباً حفاظت کے پیش نظر چھوڑا گیا تھا۔

مرزا صاحب نے آتے ہی کہا:۔

"یہ فاصلہ غیر ضروری طور پر زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایک حد تک حفاظت بھی ضروری ہے لیکن اصل محافظ خدا تعالےٰ ہے جو حفاظت کے ظاہری سامانوں پر اس درجہ بھروسہ کرنا خدائی حفاظت کے احساس پر گراں گزرتا ہے اس لئے اس فاصلہ کو ختم کیا جائے۔ اور اگر دوسرے روز جلسہ شروع ہونے سے قبل اس فاصلہ کو پاٹا نہ گیا۔ تو میں تقریر نہیں کروں گا۔"

بس پھر کیا تھا مریدان باصفا اس جرأت مندانہ اعلان پر جھوم ہی تو اُٹھے۔ اور چاروں طرف سے "امیر المومنین زندہ باد" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ وہ تو مرید تھے۔ اس لئے ان کا جھومنا لازمی تھا لیکن مرزا صاحب نے کچھ اس دلیری سے اعلان کیا۔ کہ میں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ مرزا صاحب تو دعا کے ساتھ جلسہ کا افتتاح کر کے واپس چلے گئے۔ لیکن مجمع اپنی جگہ بیٹھا مبلغین اسلام کی تقریریں سنتا اور سر دھنتا رہا۔

اس روز تو بازاروں کی چہل پہل اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ دیکھ کر میں لائل پور واپس چلا آیا۔ دوسرے روز مرزا صاحب کی تقریر سے قبل میں پھر وہاں جا پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ واقعی سٹیج اور سامعین کا درمیانی فاصلہ غائب تھا۔ اور لوگ قریب قریب سٹیج سے لگ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا صاحب نے ساڑھے چار گھنٹے کی تقریر میں جماعتی تنظیم کے علاوہ ملکی اور عالمی سیاست کے ہر اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ اور بالخصوص احمدیت کے سر پھرے مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات کئے یا بقول مرزا صاحب جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں ان کے انہوں نے وہ بخیئے اُدھیڑے کہ مجمع پر کیفیت کا عالم طاری ہو گیا۔ اور سامعین کے چہروں پر ایسی بشاشت نظر آنے لگی۔ گویا مخالفتوں کے شور اور مشکلات کے پہاڑ اُٹھانے ان کے لئے اب پہلے سے بھی زیادہ آسان ہو گئے ہیں۔ پھر بھی اپنی طویل تقریر کو دلچسپ بنانے کیلئے مرزا صاحب نے ساتھ کے ساتھ نہایت باموقعہ چٹ پٹے لطیفے بیان کئے۔ کہ مجمع میں "اللہ اکبر" کے بلند نعروں کے علاوہ گاہے گاہے مسکراہٹ اور ہلکی ہنسی کی خوش آئند آوازیں بھی گونجتی رہیں۔ اس تقریر کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایثار و وفا کے یہ پُتلے اب پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہ ان میں ایک نئی روح پھونک دی گئی ہے۔

میں جس قدر بھی مجمع کی کیفیت کا مطالعہ کرتا تھا اسی قدر میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ کہ مولویوں کی مخالفت نے انہیں زیادہ راسخ عقیدہ بنا دیا ہے یہ اپنے ارادوں میں اور زیادہ پختہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے حوصلے نہ صرف بڑھے ہیں بلکہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

یہ نظارہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ ہمارے بعض علماء جذباتی نعرے لگا کر اور کانفرنسیں منعقد کر کے اس قلیل سی جماعت کے لئے اور زیادہ متحد و منظم ہونے کے مواقع بہم پہنچا رہے ہیں۔

میرے دل نے کہا۔ اے کاش ہمارے علماء "جذباتی نعرے لگانے اور کانفرنسوں سے ہمارا لہو گرمانے کی بجائے ٹھوس بنیادوں پر اس جماعت کا مقابلہ کریں۔ لیکن ٹھوس بنیادوں پر مقابلہ خالہ جی کا گھر نہیں۔ اس کے لئے منفی قسم کی جدوجہد کی بجائے خاص مثبت نوعیت کے عمل کی ضرورت ہے۔"

یعنی جو کام احمدی لوگ سرانجام دے رہے ہیں۔ اُسے ہم اور ہمارے مولوی صاحبان سرانجام دے رہے ہوں۔ ان کا ایک مشن قائم ہے۔ تو اس کے مقابلے میں ہمارے دس مشن ہونے چاہئیں۔ جو ان کے تبلیغی کاروبار کو تہس نہس کر کے رکھ دیں۔ لیکن اس کے لئے روپے سے زیادہ عزم و استقلال اور جذبۂ قربانی کی ضرورت ہے اور وہ ہم میں مفقود ہے۔ چندے کی اپیلیں بہت ہیں اور کام کی سبیل کوئی نہیں۔ نعرے جتنے چاہو لگوا لو۔ لیکن عمل کے نام پر میدان صاف ہے۔ اس قسم کا غلط جوش دکھانے میں سر دست تشہیر ہیں۔ کہ جو احمدیوں کو زیادہ تقویت پہنچانے کا باعث ہو۔ اور کھاد کا کام دے کر انہیں ترقی کے امکانات سے اور زیادہ ہمکنار کر دے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا ہمارے لئے یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہم تبلیغ و اشاعت کا ایک وسیع منصوبہ تیار کریں۔ اور اسے جامۂ عمل پہنا کر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں جس پر احمدیوں نے ہماری غفلت سے فائدہ اُٹھا کر اپنا اجارہ قائم کر رکھا ہے۔

کیا کوئی اللہ کا بندہ ہمیں اس بے ارادہ قسم کے جوش سے نجات دلا کر عمل و کردار کے مثبت تقاضوں سے آگاہ کرنے کا بیڑہ اُٹھانے کے لئے تیار ہے؟ اور اگر واقعی اس دل گردے اور قربانی و ایثار کے مجسمے ہم میں موجود ہیں (اور کوئی وجہ نہیں کہ موجود نہ ہوں) تو پھر حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ذریعہ میدان عمل میں احمدیت کو ناکام بنانا ہمارے لئے محض آسان ہی نہیں بلکہ انتہائی سہل ہے۔ ہمارے بعض مولویوں کے اندھی مخالفت اور لہو گرمانے کے موجودہ طریقے آج کل متمدن دنیا میں مؤثر ثابت نہیں ہاں احمدیوں کے لئے مہمیز کا کام ضرور دے سکتے ہیں۔ کہ وہ اور زیادہ متحد و منظم ہو جائیں

بحوالہ الفضل مورخہ ۸/۱/۵۳

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کا کتبہ

(جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب حیدر آباد کی طرف سے مبلغ ۵۰ روپے اور مکرم میر کلیم اللہ صاحب آف شاہ جہانپور؟ کی طرف سے ایک صد روپیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے کتبہ بنوانے جانے کے لئے رقوم وصول ہوئی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

کتبہ مذکور انشاء اللہ ڈیڑھ دو ماہ تک تیار ہو کر نصب کر دیا جائے گا۔)

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

تصحیح

(۱) وصیت نمبر ق ۲۲۴۰۳۱ محمد شفیع صاحب ولد غفور احمد صاحب ساکن مودیا۔ ڈاکخانہ اگول ضلع ہمیر پور (یو۔ پی) کی وصیت کا اعلان اخبار بدر مورخہ ۱۴ نومبر ۵۲ء میں ہو چکا ہے اس میں ان کی ولدیت منور احمد صاحب غلط شائع ہو گئی ہے۔ درست اس طرح ہے۔ "محمد شفیع صاحب ولد غفور احمد صاحب"

(۲) وصیت ق ۲۴۲۰۳۰ فاطمہ بی بی صاحبہ بیوہ چوہدری فیض خان صاحب ہے۔ لیکن اخبار بدر ۷ دسمبر ۵۲ء میں بیوہ چوہدری کالے خان صاحب شائع ہوا ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

بنارس چھاؤنی کے ایک معترض بھائی کے چند سوالات کے جوابات

از مکرم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مبلغ سلسلہ

(۲)

قولہ: ترکی حکومت کے ختم ہو جانے پر چراغاں کیا گیا۔

اقول: کس قدر ستم ظریفی ہے کہ خود تو انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر ترکوں سے جنگ کریں۔ ان کے سینوں میں گولیاں ماریں۔ ان کی طاقت کو پامال کریں۔ ان کے کھنڈرات پر برٹانوی پھریرا لہرائیں اور با ایں ہمہ ہمیں چراغاں کرنے کا طعنہ دیں۔ گویا سہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

سید عطاء اللہ شاہ بخاری لکھتے ہیں:-

"۱۸۵۷ء سے پیشتر ہم انگریزوں کو مائی باپ کہتے تھے۔ انگریزوں کی وفا میں ڈوب کر ترکوں پر گولیاں چلائیں۔ بصریوں کی بیٹیاں چھینیں۔ کعبہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔" (آزاد مجریہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۱ء)

اس ضمن میں زمیندار مجریہ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۱ء کا مندرجہ ذیل حوالہ قابلِ دید ہے۔ لکھا ہے:-

"اگر خدانخواستہ گورنمنٹ انگلشیہ کی کسی مسلمان طاقت سے ان بن ہو جائے تو مسلمان حتی الامکان تو آخر وقت تک گورنمنٹ سے یہی التجا کریں گے کہ وہ اس جنگ سے محترز رہے۔ اگر ان کی التجا شرف پذیرائی حاصل نہ کرے اور گورنمنٹ کو لڑائی کے بغیر اپنی مصلحتوں کی بنا پر چارہ نہ رہے۔ تو ایسی حالت میں مسلمانوں کو اسی طرح سرکار کی طرف سے جلتی آگ میں کود کر اپنی عقیدتمندی ثابت کرنی چاہیئے۔ جس طرح سرحدی علاقہ اور سمالی لینڈ کی لڑائیوں میں مسلمان فوجی سپاہیوں نے اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کے خلاف جنگ کر کے اس بات کا بارہا ثبوت دیا ہے کہ اطاعت اولی الامر کے اصول کے وہ کس درجہ پابند ہیں۔"

دیکھا! فرنگی اولی الامر کی اطاعت میں اپنے مذہبی اور قومی بھائیوں کا خون بہا کر کس طرح اپنے ایمان کو تازہ کیا جا رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ سب گوارا اور منظور ہے۔ البتہ اعتراض ہے تو صرف یہ کہ احمدیوں نے چار سالہ خونی جنگ عظیم کے خاتمہ پر کیوں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا!

قولہ: ملکہ وکٹوریہ اور اس کی اولاد کی وفاداری کا فخریہ اعلان کیا گیا؟

اقول: مذکورہ بالا حوالہ پڑھنے والے ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس اعتراض کی کیا حقیقت ہے۔ ہماری طرف سے صرف اسی قدر کہ دینا کافی ہے کہ سچ

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

مزید برآں واضح رہے کہ ملکہ وکٹوریہ اور ان کی اولاد پر ہی کیا منحصر ہے، ہم تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان خواہ کسی بھی حکومت کے زیرِ سایہ رہے اس پر فرض ہے کہ وہ حکومتِ وقت کا وفادار اور اس کے قانون و آئین کا پابند رہے۔ اور ہمارا یہ عقیدہ خود ساختہ نہیں۔ بلکہ قرآن کریم پر مبنی ہے۔ پس ہمیں وکٹوریہ وغیرہ کی وفاداری پر فخر نہ تھا بلکہ اس بات پر ناز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے قرآن پاک کی تعلیم پر عملدرآمد کی توفیق بخشی۔

جماعت احمدیہ کی پچاس ساٹھ سالہ زندگی شاہد ہے کہ یہ حقیقت اس کا طغرائے امتیاز رہی ہے اور ہم بجا طور پر یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ یہ جماعت جس حکومت کے زیرِ سایہ رہے گی اس کے بازو کا تعویذ ثابت ہو گی۔ اور حکومتِ وقت چاہے تو آنکھیں موند کر احمدیوں کی وفاداری، امن پسندی رواداری اور آئین نوازی پر بھروسہ کر سکتی ہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے دین و ایمان کے اجزاء ہیں۔ یہی نقطۂ نگاہ ہے جو دنیا میں امن و امان اور صلح و سلامتی کا ضامن ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ آج دنیا اس احمدیہ نقطۂ نگاہ کو اپنا رہی ہے اسی سلسلہ میں زمیندار مجریہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۱ء کا مندرجہ ذیل حوالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا لکھا ہے:-

"اس مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔"

"زمیندار سرکار انگریزی کا سچا خیر خواہ اور وفادار ہے اور اس کی وفاداری کی تہ میں اس کی کوئی ذاتی غرض مخفی نہیں۔ . . .

. . . وہ گورنمنٹ کا وفادار اور رفیر سگال ہے تو صرف اس لئے کہ وہ ہندوستان میں سرکار انگریزی کے وجود باجود کو آیۂ رحمت سمجھتا ہے اور ایسا سمجھنے میں اس کی کوئی ذاتی غرض مرکوز نہیں۔ . . . . .

زمیندار گورنمنٹ کا ایسا وفادار خادم ہے جو کسی غرض و مطلب کے بغیر اس پر اپنی جان نثار کرنا قومی و مذہبی فرض سمجھتا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کو بھی اپنے ہی جیسا خالص وفادار اور عقیدت شعار بنانا چاہتا ہے۔"

جماعت احمدیہ کو انگریزوں کی وفاداری اور اطاعت گذاری کا طعنہ دینے والے زمیندار کا حولہ بالا حوالہ پڑھنے سے پہلے ذرا سنبھل کر بیٹھیں مبادا دل لرز جائے۔

قولہ: غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور اسلامی و ملکی تحاریک میں حصہ لینے سے گریز کیا گیا۔

اقول: ذرا ان مولویوں کا بھی "ذکر خیر" کر دیا ہوتا جو دن رات سرکار انگریزی کے پاس حضرت مرزا صاحب کے خلاف جھوٹی مخبریاں کرتے رہتے تھے۔ کہ یہ شخص مہدی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مبادا اس سرکار کا تختہ الٹ دے لہذا اس پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ لیکن جب اس بے بنیاد بدگمانی کے ازالہ کی خاطر حضرت مرزا صاحب نے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری، امن پسندی اور آئین نوازی کا یقین دلایا۔ اور دوسروں کو بھی حکومتِ وقت سے وفاداری کی تلقین فرمائی تو عوام الناس کو یہ کہ کر بھڑکایا گیا کہ یہ انگریزوں کا ایک ایجنٹ ہے اور ان کی حکومت کو پائدار بنانا چاہتا ہے۔

غرض یہ دورخی پالیسی بالکل وہی دورنگی چال ہے۔ جو مسیح اول کے خلاف چلی گئی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ مسیح ناصری علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ فلسطین کی رومی حکومت کو ٹیکس ادا کیا جائے یا نہ؟ غرض یہ تھی کہ اگر "ہاں" میں جواب ملے گا تو بآسانی جمہور میں پروپیگنڈا کیا جا سکے گا کہ یہ شخص غیر ملکی حکومت کا حامی اور ہماری غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کر رہا ہے۔ اور اگر "نہ" میں جواب دے گا تو اُسے باغی قرار دیکر حکام کو اس کے خلاف اُکسایا جا سکے گا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے ایسا جواب دیا۔ کہ دشمن ہکا بکا رہ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ سکہ دیکھو تو اس پر کس کی تصویر بنی ہے۔ جواب ملا۔ قیصر کی، فرمایا تو پھر جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو اللہ کا ہے اللہ کو دو۔ سبحان اللہ کیا جواب ہے یعنی حکومتِ وقت سے بغاوت جائز نہیں۔ اس کے حقوق بھی ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کی اطاعت کرو۔

باقی رہا ملکی اور قومی تحاریک میں حصہ لینا سو واضح رہے کہ ہم مذہبًا اُس تحریک سے علیحدہ رہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جو امن عامہ میں خلل اندازی اور قانون شکنی پر منتج ہو۔ ورنہ ہر تعمیری تحریک میں جماعت احمدیہ کا کام نہایت شاندار اور نمایاں نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل نظر ہمیشہ ہی جماعت احمدیہ کے مسلک کو سنگِ میل سمجھتے رہے ہیں۔ یقین نہ آئے تو بطور نمونہ مولانا محمد علی صاحب جوہر کا حسب ذیل بیان پڑھ لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"وہ وقت دور نہیں۔ جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور اُن اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں۔ مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔"

(ہمدرد ۲۶ر دسمبر ۱۹۲۷ء)

جوہر کی جوہر شناسی دیکھیئے کہ جماعت احمدیہ کے مسلک کو مشعل راہ بنایا جاتا ہے۔ مگر ہمارے مہربان معترض ہیں کہ خواہ مخواہ ناک بھوں چڑھا رہے ہیں کاش وہ حقیقت کو سمجھیں۔

مولانا ظفر علی صاحب نے ۱۹۲۳ء میں ملکانہ میں شدھی کی تحریک کے ذکر میں کہا تھا:-

"مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کر رہے ہیں۔ جو ایثار۔ کمربستگی نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے، وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں بے مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدر دانی کے قابل ضرور ہے۔ جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس و حرکت پڑے ہیں۔ اس اولو العزم جماعت نے عظیم الشان خدمتِ اسلام کر کے دکھا دی"۔

(ملاحظہ ہو زمیندار ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء)

قولہ: مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو جانے کا اعلان کیا گیا۔

اقول: صرف جذبات پرستی ہے ورنہ محلِ اعتراض نہیں۔ اس فقرے کا مطلب فقط اس قدر ہے کہ موجودہ زمانہ میں مکہ اور مدینہ مرکز فعال نہیں رہے۔ کیونکہ وہاں احیاء اسلام کے لئے کچھ نہیں ہو رہا۔ گویا وہ جو مشہور مقولہ ہے۔ کہ "مسلمان در گور و مسلمانی در کتاب" اسی کو دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ خود معترض کو بھی اعتراف ہوگا کہ ان مقامات

مقدسہ کا ماضی ان کے حال سے بدرجہا شاندار ہے۔ اور اگران دونوں زمانوں کا مقابلہ کیا جائے تو کجا شوکت وشانِ عہدِ مصطفوی اور کجا بدحالیٔ درین عہد زمانۂ نبوی، اگر دورِ نبوت میں مکہ اور مدینہ ایسی دلہن تھی جس کا سہاگ رشکِ عالم تھا تو آپ کے بعد وہاں جوابتری پھیلی اور جس طرح گولہ اندازی کر کے خانہ کعبہ کو مسمار کیا گیا اس کے نتیجہ میں وہ ایسی بیوہ تھی جس کی مانگ کا سیندور اُڑ چکا ہو۔ غرض کون نہیں جانتا کہ مدینہ پر بھی نیک و بد ہر قسم کے دور آتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کے زمانہ میں اگر مکہ بجا طور پر مرکز توحید تھا تو ازاں بعد تین سو ساٹھ مورتیوں کا گہوارہ بھی بنا رہا۔ پھر بت پرستوں کی چیرہ دستیوں اور بے پناہ مظالم کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت رسول اکرم صلعم کو مکہ چھوڑ کر مدینہ کو مرکز فعال بنانا پڑا۔ اس کے بعد زمانہ بدلا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مکہ اور مدینہ دونوں کو چھوڑ کر کوفہ کو جا کر مرکز بنایا۔ اور پھر دمشق اور بغداد اور قرطبہ وغیرہا شوکت وعظمت اسلام کے مرکز ثابت ہوئے اور مزید چودہ سو سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے قادیان کو مرکزیت بخشی اور آج اللہ تعالےٰ کی نہاں در نہاں مصلحتوں نے تقاضا کیا کہ ربوہ کو اسلام و احمدیت کا مرکز فعال بنا دے۔ سو یہ تاریخی حقائق ہیں کہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات علم وعرفان کے مرکز بنتے رہے ہیں۔۔ اور اگر ایک جگہ علم وعمل کا چشمہ ناپید ہوا تو کسی دوسری جگہ پھوٹ پڑا۔ بایں ہمہ مکہ اور مدینہ کو جو اوّلیت اور فضیلت حاصل ہے وہ بہرحال مسلّم ہے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ لیکن قارئین باتمکین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ بدلے ہوئے حالات میں مکہ و مدینہ بلکہ کعبہ کے بارہ میں دوسروں کا انداز فکر کیا رہا ہے۔

اخبار زمیندار ۱۶ر جولائی ۱۹۳۰ء میں لکھا ہے:۔

" ظاہر ہے کہ آج کل کعبہ میں رکھا ہی کیا ہے وہاں تو شریف حسین کی مسلم کشی اور خلافت آزار حکمتِ عملی کے صدقے میں بالفاظ استاد ذوق ان دنوں اللہ ہی اللہ ہے "

جناب ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:۔

" حج کے پورے فوائد حاصل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر قوت سے کام لیتا۔ کوئی ایسا دماغ ہوتا جو دنیا بھر میں اسلام کا پیغام پھیلانے کی کوشش کرتا اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ یہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا۔ مگر وائے افسوس یہاں کچھ بھی نہیں۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

" لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں۔ مگر اس علاقہ میں پہنچ کر ان کو طمع، بے حیائی، دنیا پرستی، بد اخلاقی، بد انتظامی نظر آتی ہے۔ تو بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کے بجائے اُلٹا کچھ کھو کر آتے ہیں"

پھر لکھتے ہیں:۔

" وہی پرانی جنت گری جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل کے بعد جاہلیت کے زمانہ میں مسلط ہو گئی تھی۔ اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ختم کیا تھا اب پھر تازہ ہو گئی ہے۔"

(خطبات ایڈیشن ہفتم صفحہ ۱۹۶)

کاش کوئی خدا لگتی کہے کہ ان حوالوں کی موجودگی میں ہمارے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا کہاں تک قرین انصاف ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب کی جو حالت تھی اُسے ذہن میں رکھیئے اور پھر مودودی صاحب وغیرہا کے حوالے پڑھیئے اور خود فرمائیے کہ ان حضرات نے مکہ و مدینہ اور کعبہ کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

موقع آن پڑا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ذرا جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ بزبان جناب مولانا محمود الحسن صاحب بھی ملاحظہ ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی
گویا کعبہ میں پیاس نہ بجھی تو سمجھ آئی کہ گنگوہ اصل جگہ ہے جہاں گوہر مقصود مل سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اسی مرثیہ میں گنگوہی صاحب کے پیرووں کو یوسفِ ثانی قرار دیا ہے۔ لکھا ہے ؎

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عُبیدِ سُود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی

گویا حضرت گنگوہی کے ادنیٰ ترین غلام بھی یوسفِ ثانی ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ خود حضرت گنگوہی کو محمد رسول اللہ صلعم کا ثانی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ؎

زباں پر اہل اَہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ہُبَل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

امید ہے کہ مذکورہ بالا حوالے پڑھنے کے بعد ہم سے کوئی گلہ نہ رہے گا۔ کیونکہ ہم مکہ و مدینہ کے واقعی تقدس کے قائل ہیں۔ اور کسی دوسرے مقام کو ان سے افضل و اشرف نہیں سمجھتے۔ البتہ موجودہ حالات کے پیش نظر صرف اس درد کا اظہار ضرور کرتے ہیں کہ خدمتِ اسلام کا جو کام وہاں ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہو رہا۔ مزید تشفی کے لئے ذیل میں بحوالہ روزنامہ الفضل مجریہ ۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء حضرت امام جماعت احمدیہ کا باطل شکن اسلام قلب کیسا بتاتا ہے۔ فرمایا:۔

" مکہ وہ مقدس مقام ہے جس میں وہ گھر ہے جسے خدا نے اپنا گھر قرار دیا۔ اور مدینہ وہ بابرکت مقام ہے۔ جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری گھر بنا۔ جس کی گلیوں میں آپ چلے پھرے۔ اور جس کی مسجد میں اس مقدس نبیؐ نے جو سب نبیوں سے کامل تھا۔ اور سب نبیوں سے زیادہ خدا کا محبوب تھا، نمازیں پڑھیں اور اللہ تعالےٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اور قادیان وہ مقدس مقام ہے۔ جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ مقدسہ کا خدا تعالےٰ نے دوبارہ حضرت مرزا صاحب کی صورت میں نزول کیا۔ یہ مقدس ہے باقی سب دنیا سے مگر تابع ہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے۔ قادیان کو خدا تعالےٰ نے دنیا میں اس لئے قائم کیا ہے۔ کہ تا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کو اس کے ذریعہ دوبارہ قائم کیا جائے۔"

پھر فرمایا:۔

" ہم ان مقامات کو خدا تعالےٰ کے جلال کے ظہور کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم اپنی عزیز ترین چیزوں کو ان کی حفاظت کے لئے قربان کرنا سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ترچھی نگاہ سے مکہ کی طرف دیکھے گا۔ خدا اُس کو اندھا کر دے گا۔ اور اگر خدا تعالےٰ نے کبھی یہ کام انسانوں سے لیا تو جو ہاتھ اُس بدبیں آنکھ کو پھوڑنے کے لئے آگے بڑھیں گے ان میں ہمارا ہاتھ خدا کے فضل سے سب سے آگے ہوگا۔"

قولہ:۔ علماء اسلام اور پیروانِ اسلام کو کتے اور سور سے تشبیہہ دی گئی۔

اقول:۔ کاش معترض کو معلوم ہو سکتا کہ یہ خطاب عام نہیں۔ بلکہ اس کے مخاطب وہ دشمن ہیں جو بڑے بے باک اور بدگو تھے۔ بات بات میں گندی گالیاں ان کا تکیہ کلام تھا۔ کیا مرد اور کیا عورتیں گالی گلوچ اور بدزبانی میں ایک دوسرے کو مات دینے پر کمربستہ رہتے تھے۔ چنانچہ جس شعر کا ترجمہ معترض نے پیش کیا ہے اس سے اگلے شعر کا پہلا مصرعہ ہے

" سَبُّوْا وَمَا اَدْرِیْ لِاَیِّ جَرِیْمَۃٍ "

کہ وہ مجھے گالیاں دیتے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ کیوں اور کس جرم کے بدلے وہ ایسا کرتے ہیں۔ نیز امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جن علماء اسلام اور پیروانِ اسلام کی وکالت کی جا رہی ہے۔ ان کی گالیوں کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کے الفاظ بہت معمولی اور نرم ہیں۔ ان کی گالیوں کا چارٹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "کتاب البریہ" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

" مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔ لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے۔ جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کر کے کتاب مسلسل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں۔ جن کا نام میں نے کتاب البریہ رکھا ہے۔ اور بایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ ابتداء سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے۔" (کتاب البریہ)

مزید برآں جناب معترض اپنے اس خط زیر جواب کے ان الفاظ کو ایک نظر پھر پڑھ دیں جو ہم نے اس کے جواب کے شروع میں اکٹھے کر دیئے ہیں۔ نیز احراری اخبار آزاد کا "مباہلہ نمبر" ضرور مطالعہ فرمائیں۔ کہ یہ تازہ واردات ہے۔ اس پرچہ میں بانی جماعت احمدیہ آپ کے خلفاء اور دیگر بزرگوں کے حق میں یہ الفاظ برتے گئے ہیں۔

" کاذب امت۔ غدار۔ متقی۔ افیونی مرسل۔ جاسوس۔ ڈاکو۔ منافق۔ عیار۔ مرتد۔ بڑے فاسق۔ بڑے فاجر۔ بڑے ظالم۔ بڑے بد۔ اعدائے محمدؐ۔ بدکاریوں میں طاق۔ چور۔ نمکحرام۔ چارسوبیس۔ ابلیس۔ خوابِ اشقیاء۔ فرعون و ہامان کا راہ نما۔ شداد و نمرود کا پیشرو۔ جھوٹا مفتری۔ اثیم۔ لعین قادیانی۔ ملحد۔ زندیق۔ کذاب۔ دجال۔ مفسد اخلاق باختہ۔ سرکاری نبی۔ بناسپتی نبی مسیلمہ پنجاب۔ مکار نبوت۔ فنور دجل وفریب وغیرہ وغیرہ۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے مخالفین

(باقی صفحہ کالم ۔۔۔ پر ملاحظہ ہو)

بنارس چھاؤنی کے ایک معترض بھائی کے چند سوالات کے جوابات بقیہ

قو دو آدمیوں کا چندہ بھی اد نشرہ کریں مرزا صاحب کہ آپ نے ان کے حق میں سخت الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ بھی حاضرہو کہ مخبر صادق حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تکون فی امتی فزعۃ فیسیر الناس الی علماءھم فاذا ھم قردۃ وخنازیر۔ کہ میری امت پر بڑی ہراسگی کا وقت آئے گا۔ اور عوام اپنے علماء کی طرف جائیں گے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ ان کے علماء بندر اور سور بن چکے ہیں۔

قولہ۔ نوید یح درباره محمد عربی صلعم کو حضرت مرزا صاحب پر چسپاں کر دیا۔

اقول:۔ جس نوید کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسکے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں بشارت دیتا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئیگا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔ عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ اس احمد سے مراد آنحضرت صلعم ہیں حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ آپ کا نام محمد ہے نہ کہ احمد۔ البتہ یہ سچ ہے کہ حضور صلعم نے دعوئے نبوت کے بعد خود اپنے کئی نام رکھے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نام احمد بھی ہے۔ مگر یہ سب نام صفاتی ہیں اور ذاتی نام صرف محمد ہے۔ چونکہ پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے جو در اصل عیسائیوں پر حجت ہے کیونکہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی خاص امت بنے بیٹھے ہیں۔ اس لئے ان کے ارشادات کا کس طرح انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم مصداق ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کے اور وہ پوچھیں کہ آپ کا نام احمد کس نے رکھا تھا اور جواب دیا جائے کہ حضور نے خود ہی رکھ لیا تھا تو یہ بات کس قدر مضحکہ خیز ہوگی؟

علاوہ ازیں محمد اور احمد کے معنوں پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ محمد کے معنی ہیں سب سے زیادہ تعریف کیا گیا اور احمد کے معنی ہیں سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ سو ان معنوں کی رو سے نبی عربی صلعم کو محمد نام ہی زیب دیتا ہے۔ کیونکہ آپ سے بڑھ کر قابل تعریف ہستی کوئی ماں نہیں جن سکی۔ مگر ضروری ہے کہ آپ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا بھی ہو۔ سو اس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نگاہ انتخاب حضرت مرزا صاحب پر پڑی۔ چنانچہ موصوف نے اپنے آقائے نامدار حضرت رسول مقبول صلعم کی اس قدر تعریف و توصیف کی ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

اگر نبی عربی صلعم کا نام احمد مان لیا جائے کہ آپ سب سے زیادہ تعریف کرنیوالے ہیں تو آپ کا محمد کون ہوگا؟ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تو مشکل یہ آپڑتی ہے کہ مسیح کی مذکورہ بالا پیشگوئی جو در اصل عیسائیوں پر حجت ہے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ کیونکہ نصاریٰ تو سرے سے رسول اللہ صلعم کو منجانب اللہ ہی نہیں مانتے تو وہ یہ کب مانتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس قدر حمد فرمائی ہے کہ جس کی نظیر نہیں۔

آیت مذکورہ بالا کا سیاق و سباق بھی ہمارے نظریے کی تائید کرتا ہے کیونکہ لکھا ہے کہ اس احمد کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھ کر اسلام کی طرف بلایا جائیگا سو ظاہر ہے کہ حضرت محمد عربی صلعم داعی الی الاسلام تھے نہ مدعو الی الاسلام یعنی آپ دوسروں کو دعوت اسلام دیتے تھے نہ یہ کہ آپ کو اسلام کی طرف بلایا جاتا تھا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ اس احمد موعود کے زمانہ میں مخالفین منہ کی پھونکوں سے اللہ کا نور بجھانا چاہیں گے۔ یہ امر بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ احمد کوئی اور شخص ہوگا نہ کہ نبی عربی صلعم کیونکہ حضور کے زمانہ میں اسلام کو منہ کی پھونکوں سے نہیں بلکہ بزور شمشیر مٹانے کی کوششیں ہوتی تھیں۔

الغرض یہاں پیشگوئی میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنے والے موعود کا اسم علم یعنی ذاتی نام احمد ہوگا نہ کہ صفاتی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام احمد نہیں بلکہ محمد تھا۔ البتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسم علم اور ذاتی نام احمد ہے چنانچہ آپ کے والد بزرگوار نے اپنے دونوں بیٹوں غلام قادر و غلام احمد کے نام پر قادیان کے جنوب اور شمال میں دو گاؤں آباد کئے تھے جن کا نام علی الترتیب "قادر آباد" اور "احمد آباد" رکھا گیا تھا کیونکہ ان کا اصل نام قادر اور احمد ہی تھا۔ اور "غلام" کا لفظ خاندانی اعتبار سے لگایا گیا تھا۔ مثلاً غلام مرتضیٰ، غلام قادر اور غلام احمد وغیرہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دونوں گاؤں کا نام رکھنے میں چونکہ اختصار مد نظر تھا اسلئے "قادر آباد" اور "احمد آباد" کہا گیا۔ کیونکہ اختصار کے لئے دونوں کو "غلام آباد" بھی کہا جا سکتا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس طرح یہ تمیز نہ ہو سکتی کہ کونسا گاؤں کس بیٹے کے نام پر آباد کیا گیا ہے۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ لفظ "غلام" نام نہیں کیونکہ نام کا مفاد یہ ہے کہ پوری تمیز ہو سکے کہ کس کا تذکرہ ہے۔

ہم نے اعتراضات مشمولہ خط زیر نظر کا جواب لکھنے میں دیانتداری کیساتھ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ ہماری کوئی بات حق پسند طبیعت پر بار نہ گذرے اور اللہ تعالیٰ توفیق دے تو دل میں سلسلہ احمدیہ کے بارہ میں مزید تحقیقات کی تڑپ پیدا ہو۔ سو بالآخر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے احقاق حق فرمائے اور اپنی مخلوق کے سینے کھول دے تا وہ اس سچائی کو قبول کر سکے جو اس ظلماتی دور میں شعاع نور کا حکم رکھتی ہے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کہاں ہیں؟

مسمی حسن محمد شیخ ولد عبد السبحان شیخ آف کیموہ کہاٹ کشمیر تین سال سے گھر سے باہر ہیں۔ نہ معلوم کس جگہ ہیں۔ اگر کسی دوست کو ان کا علم ہو یا وہ خود اس اعلان کو پڑھیں تو مہربانی کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ والسلام خاکسار عبد الرحیم کشمیری متعلم قادیان

درخواستہائے دعا

(۱) خاکسار کے دو بھائی امسال میٹرک اور ایف اے کے امتحانات دینے والے ہیں بزرگانِ سلسلہ سے ہر دو کے اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہونے اور خاکسار کی دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ سید فضل عمر کلرک واقف زندگی۔

(۲) چوہدری عنایت اللہ صاحب اوران کے بیٹے بشیر احمد صاحب پر ایک سنگین مقدمہ دائر ہے ۲۶ و ۲۰ ر ۲۸ جنوری آخری تاریخ ہے باعزت بریت کے لئے عاجزانہ درخواست دعا کرتے ہیں۔

شکریہ اور دعا مولوی محمد صادق صاحب عارف مبلغ امروہہ نے اپنی بچی عزیزہ وحیدہ بیگم کی ولادت کی خوشی میں "بدر" کو ایک خریدار دیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ خدا تعالیٰ اس عزیزہ کو نیک با اقبال اور والدین کے لئے قرۃ العین کا موجب بنائے۔ آمین۔ احباب کرام سے بھی درخواست دعا ہے۔ (نائب ایڈیٹر)

دفتر دوم سال نہم کا وعدہ سو فیصدی ادا کرنیوالے مجاہدین کی فہرست بقیہ

	روپے	آنے	پائی
۳۱۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بھتیجی محمود احمد صاحب عارف	۰ روپے	۸	۰
۳۲۔ مکرم مسعود احمد صاحب شاہجہانپوری درویش قادیان	۵ "	۸	۰
۳۳۔ مکرم ملک ضیاء الحق صاحب " "	۹ "	۰	۰
۳۴۔ مکرم مولوی عبد الحمید صاحب کلانداری درویش قادیان از والدین	۱۵ "	۸	۰
۳۵۔ مکرم محمد صدیق صاحب ننگل درویش قادیان	۶ "	۰	۰
۳۶۔ مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر از والدہ حبیبی بی بی صاحبہ	۵ "	۰	۰
۳۷۔ مکرم حمید الدین صاحب ابن مستری محمد الدین صاحب درویش قادیان	۵ "	۰	۰
۳۸۔ مکرم بابا نور محمد صاحب درویش قادیان	۹ "	۸	۰
۳۹۔ مکرم میاں بھاگ صاحب امرتسری درویش قادیان	۵ "	۲	۰
۴۰۔ " " " " از والدہ صاحبہ	۵ "	۱	۰
۴۱۔ مکرم مولوی خورشید احمد صاحب مبلغ درویش قادیان از والدہ صاحبہ	۵ "	۸	۰
۴۲۔ مکرم چوہدری عبد الحق صاحب کارکن نظارت امور عامہ قادیان	۱۲ "	۶	۰
۴۳۔ اہلیہ صاحبہ " " " "	۵ "	۳	۰
۴۴۔ مکرم بشیر احمد صاحب کاہ افغانان مبلغ قادیان	۵ "	۷	۰
۴۵۔ مکرم چوہدری غلام رسول صاحب چیمہ درویش قادیان ۲/۲	۱۱ "	۵	۰
۴۶۔ مکرم حافظ الہ دین صاحب درویش قادیان	۱۴ "	۱۲	۰
۴۷۔ مکرم نور محمد صاحب پونچھی " "	۵ "	۱۲	۰
۴۸۔ محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز قادیان ۲/۲	۶ "	۰	۰
۴۹۔ مکرم عبد الرحیم صاحب افغان درویش قادیان	۵ "	۵	۰
۵۰۔ مکرم چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ "	۶ "	۰	۰
۵۱۔ مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب درویش قادیان مع اہلیہ صاحبہ	۱۸ "	۰	۰
۵۲۔ مکرم میاں محمد اسمٰعیل صاحب درویش قادیان	۵ "	۵	۰
۵۳۔ مکرم بابا جان محمد صاحب درویش قادیان	۶ "	۱۲	۰
۵۴۔ مکرم محمد دین صاحب کارکن لنگر خانہ قادیان	۱۰ "	۸	۰
۵۵۔ محترمہ سلیمہ اختر صاحبہ اہلیہ عبد السلام صاحب درویش قادیان ۲/۲	۶ "	۴	۰
کل میزان	۲۳۶ روپے	۹	۶

۲۲ر دسمبر ۱۹۵۲ء تک سو فیصدی وعدہ جات ادا کرنیوالے مجاہدین

سابقون الاولون کی پہلی فہرست

تحریک جدید دفتر اول سال ۱۹ و دفتر دوم سال ۹ کے جن مجاہدین تحریک جدید کے وعدہ جات ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۲ء تک سو فیصدی ادا ہو چکے ہیں۔ ان کی فہرست شائع کی جا رہی ہے۔ نیز احباب کے نام سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں لغرض دعا پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب مخلصین کی قربانی کو قبول فرمادے۔ آمین۔
ممکن ہے کہ باہر کی جماعتوں میں سے بھی بعض دوستوں نے نئے سال کا وعدہ سو فی صدی ادا کر دیا ہو۔ لیکن دفتر ہذا میں معین اطلاع موصول نہ ہونے کی وجہ سے باہر کی جماعتوں کے نام شائع نہیں کئے جا رہے ہیں۔ ان کی طرف سے اطلاع ملنے پر دوسری فہرست میں شامل ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جماعت کا کوئی مرد، عورت، بوڑھا اور بچہ اس مبارک تحریک میں شامل ہونے سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ لہٰذا جن احباب نے تا حال اپنے وعدے ارسال نہ فرمائے ہوں ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے وعدہ جات جلد از جلد دفتر ہذا میں لغرض منظوری حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ ارسال فرما دیں۔ اور کوشش فرما دیں۔ کہ وعدہ کے ساتھ ہی سو فی صدی ادائیگی بھی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خدمتِ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے آمین

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

تحریک جدید دفتر اول سال انیس ۱۹ کا وعدہ سو فیصدی ادا کرنے والے مجاہدین

سابقون الاولون کی پہلی فہرست

۱۔ مکرم محترم حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان ۰ — ۰ — ۱۰۵ روپے
۲۔ مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی درویش قادیان ۰ — ۰ — ۶ ″
۳۔ مکرم افتخار احمد صاحب اشرف ″ ″ معہ والدہ صاحبہ ۰ — ۸ — ۱۶ ″
۴۔ مکرم صوفی علی محمد صاحب ″ ″ ۰ — ۴ — ۱۰ ″
۵۔ مکرم مستری محمد عباد اللہ صاحب ″ ″ از خود ۰ — ۴ — ۲۴ ″
۶ ″ ″ ″ ″ از اہلیہ صدیقہ بیگم صاحبہ ۰ — ۵ — ۱۱ ″
۷ ″ ″ ″ ″ از والد صاحب ۰ — ۵ — ۱۲ ″
۸ ″ ″ ″ ″ از والدہ صاحبہ مرحومہ ۰ — ۱۳ — ۷ ″
۹۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ۰ — ۰ — ۱۹ ″
۱۰۔ مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب درویش قادیان ۰ — ۸ — ۶ ″
۱۱۔ مکرم مولوی عبد الواحد صاحب ″ ″ ۰ — ۵ — ۱۰ ″
۱۲۔ مکرم مستری محمد دین صاحب ″ ″ ۰ — ۸ — ۲۱ ″
۱۳۔ مکرم بھائی شیر محمد صاحب دکاندار ″ ″ ۰ — ۱۵ — ۱۰ ″
۱۴۔ مکرم بابا خدا بخش صاحب ″ ″ ۰ — ۶ — ۶ ″
۱۵۔ مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب ″ ″ از خود ۰ — ۲ — ۶ ″
۱۶۔ ″ ″ ″ ″ ″ از اہلیہ صاحبہ ۰ — ۲ — ۶ ″
۱۷۔ ″ ″ ″ ″ ″ از والدہ صاحبہ ۰ — ۲ — ۶ ″
۱۸۔ ″ ″ ″ ″ ″ از والد مکرم حافظ محمد امین صاحب مرحوم ۰ — ۲ — ۶ ″
۱۹۔ مکرم دفعدار محمد عبد اللہ صاحب ″ ″ ۰ — ۸ — ۸ ″
۲۰۔ مکرم حاجی فضل محمد صاحب ″ ″ ۰ — ۰ — ۶ ″
۲۱۔ مکرم عبد القادر صاحب اعوان ″ ″ ۰ — ۱۳ — ۹ ″
۲۲۔ مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب ″ ″ ۰ — ۰ — ۵۷ ″
۲۳۔ محترمہ رابعہ بی بی صاحبہ اہلیہ بھائی الہ دین صاحب آف شاہدرہ درویش قادیان ۰ — ۵ — ۷ ″
۲۴۔ مکرم سراج الدین صاحب مؤذن درویش قادیان ۰ — ۳ — ۷ ″
۲۵۔ مکرم سراج الدین صاحب مؤذن درویش قادیان از اہلیہ صاحبہ ۰ — ۱ — ۵ روپے
۲۶۔ محترمہ اہلیہ صاحبہ مرزا عبد اللطیف صاحب درویش قادیان ۰ — ۱۰ — ۱۳ ″
۲۷۔ مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب درویش قادیان ۰ — ۰ — ۲۵۰ ″
۲۸۔ مکرم قریشی فضل الحق صاحب ۴۷ درویش ″ ۰ — ۲ — ۵ ″
۲۹۔ مکرم بابا محمد الدین صاحب ″ ″ ۰ — ۱۴ — ۷ ″
۳۰۔ مکرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب لائلپوری مرحوم از خود ۰ — ۴ — ۱۴ ″
۳۱۔ ″ ″ ″ ″ از والدہ دولت بی بی صاحبہ مرحومہ ۰ — ۱۲ — ۶ ″
۳۲۔ مکرم مولوی عبد الحمید صاحب دکاندار درویش قادیان ۰ — ۰ — ۱۹ ″
۳۳۔ مکرم بہادر خاں صاحب درویش قادیان ۰ — ۵ — ۲۳

میزان ۰ — ۶ — ۷۳۲ ″

۳۴۔ مکرم قریشی فضل حق صاحب درویش ۴۷ قادیان سال ۲۰ ۰ — ۱ — ۵ روپے
۳۵۔ ″ ″ ″ ″ ″ سال ۲۱ ۰ — ۲ — ۵ ″

کل میزان ۰ — ۹ — ۷۴۳ روپے

تحریک جدید دفتر دوم سال ۹ کا وعدہ سو فیصدی ادا کرنے والے مجاہدین

سابقون الاولون کی پہلی فہرست

۱۔ مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب درویش قادیان از والد نور علی صاحب مرحوم ۰ — ۰ — ۶ روپے
۲ ″ ″ ″ ″ از والدہ کریم بی بی صاحبہ ۰ — ۰ — ۶ ″
۳۔ ″ ″ ″ ″ از اہلیہ محتاب بی بی صاحبہ ۰ — ۰ — ۶ ″
۴۔ ″ ″ ″ ″ از اہلیہ فضل بی بی صاحبہ ۰ — ۰ — ۶ ″
۵۔ ″ ″ ″ ″ از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۰ — ۰ — ۵ ″
۶۔ ″ ″ ″ ″ از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۰ — ۰ — ۵ ″
۷۔ محترمہ ناصرہ خاتون صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر مقامی قادیان ۰ — ۰ — ۱۰ ″
۸۔ مکرم میاں محمد اسمٰعیل صاحب درویش قادیان ۰ — ۸ — ۱۵ ″
۹۔ مکرم منشی محمد سلطان صاحب کاتب بہیرہی درویش قادیان ۰ — ۰ — ۸ ″
۱۰۔ مکرم مستری عبد الغفور صاحب درویش قادیان ۰ — ۷ — ۵ ″
۱۱۔ مکرم کرامت اللہ صاحب ولد مستری محمد عباد اللہ صاحب درویش قادیان ۰ — ۱۳ — ۵ ″
۱۲۔ محترمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ مستری محمد الدین صاحب ″ ″ ۰ — ۵ — ۵ ″
۱۳۔ مکرم احمد حسین صاحب ٹیلر درویش قادیان ۰ — ۸ — ۱۱ ″
۱۴۔ مکرم بابا اللہ دتا صاحب درویش قادیان ۶ — ۲ — ۵ ″
۱۵۔ مکرم حافظ عبد العزیز صاحب ″ ″ ۰ — ۱۰ — ۵ ″
۱۶۔ مکرم محمد عبد اللہ صاحب سیالکوٹی درویش قادیان ۰ — ۹ — ۵ ″
۱۷۔ مکرم صوفی علی محمد صاحب معذور ″ ″ ۰ — ۵ — ۱۵ ″
۱۸۔ مکرم بابا فضل احمد صاحب ″ ″ ۰ — ۰ — ۸ ″
۱۹۔ مکرم بابا شیخ احمد صاحب ″ ″ ۰ — ۸ — ۵ ″
۲۰۔ مکرم نذیر احمد صاحب ننگلی ″ ″ ۰ — ۱۰ — ۵ ″
۲۱۔ مکرم بابا خدا بخش صاحب گجراتی ″ ″ ۰ — ۶ — ۲۶ ″
۲۲۔ مکرم ملک غلام محمد صاحب ″ ″ ۰ — ۶ — ۶ ″
۲۳۔ مکرم بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں ″ ″ ۰ — ۵ — ۵ ″
۲۴۔ مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب چینوٹی ″ ″ ۰ — ۸ — ۷ ″
۲۵۔ مکرم مرزا عبد اللطیف صاحب ″ ″ ۰ — ۱۲ — ۲۳ ″
۲۶۔ مکرم بابا عطا محمد صاحب ″ ″ ۰ — ۸ — ۵ ″
۲۷۔ مکرم بابا اللہ بخش صاحب ″ ″ ۰ — ۴ — ۱۰ ″
۲۸۔ مکرم ملک محمد بشیر صاحب ″ ″ ۰ — ۸ — ۸ ″
۲۹۔ مکرم مرزا برکت علی صاحب از والدہ صاحبہ مرحومہ ۰ — ۹ — ۵ ″
۳۰۔ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمود احمد صاحب عارف ۰ — ۸ — ۵ ″

(باقی فہرست صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

قواعد دربارہ انتخاب عہدہ داران

جماعت ہائے احمدیہ

منظور کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بروئے ریزولیوشن نمبر ۵ ج م مورخہ ۱۳ ۳/۵۲

(۱) صرف مندرجہ ذیل عہدہ داران کی فہرست بغرض منظوری نظارت علیا میں آنی چاہیئے۔ امیر جماعت۔ نائب امیر۔ پریذیڈنٹ۔ وائس پریذیڈنٹ۔ سیکرٹری تبلیغ۔ سیکرٹری تعلیم و تربیت سیکرٹری امور عامہ۔ سیکرٹری امور خارجہ۔ سیکرٹری وصایا۔ سیکرٹری مال۔ سیکرٹری تالیف و تصنیف سیکرٹری ضیافت آڈیٹر۔ امین۔ محاسب سیکرٹری جائداد۔

(۲) اگر کسی جگہ نائب امیر یا وائس پریذیڈنٹ کے علاوہ مندرجہ بالا عہدہ داروں کے نائبوں کی بھی ضرورت ہو۔ تو ان کی منظوری مقامی انجمن خود دے سکتی ہے۔ مرکز سے اعلان نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی ان کی فہرستیں مرکز میں بھیجی جائیں۔

(۳) محصلوں کے لئے مقامی انجمن کی منظوری کافی ہے۔ البتہ ان کے متعلق اطلاعی رپورٹ نظارت بیت المال میں آنی چاہیئے تاکہ اگر کوئی نامناسب تقرر ہو تو اس کی اصلاح کی جاسکے۔

(۴) امام الصلوٰۃ کی منظوری نظارت تعلیم و تربیت سے حاصل کی جائے۔ لیکن امام الصلوٰۃ کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ امامت کا حق امیر یا پریذیڈنٹ کا ہے۔ پس اگر وہ خود امام بنیں تو کسی علیحدہ منظوری کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر وہ خود امام نہ بنیں تو مستقل امامت کے لئے نظارت تعلیم و تربیت سے منظوری حاصل کی جائے اور عارضی انتظام کے لئے خود امیر یا پریذیڈنٹ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

(۵) پریذیڈنٹ صرف ایسی جماعتوں میں منتخب کئے جائیں جہاں امراء مقرر نہ ہوں اسی طرح اگر جنرل سیکرٹری کے بغیر کام چل سکتا ہو تو جنرل سیکرٹری منتخب نہ کیا جائے کیونکہ اس کا دوسرے سیکرٹریوں کے ہوتے ہوئے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ البتہ بڑی جماعتوں میں ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

(۶) امراء اور نائب امراء کی منظوری چونکہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور منظوری [illegible] ایدہ اللہ تعالیٰ سے [illegible] منظوری کے لئے ناظر اعلیٰ کی رائے بھی حضور کی خدمت میں پیش ہوتی ہے۔ اسلئے امراء اور نائب امراء کی منظوریوں کے متعلق جملہ درخواستیں نظارت علیا میں آنی چاہئیں۔ مگر یہ درخواستیں باقی عہدہ داروں کی فہرست سے بالکل جدا کاغذ پر لکھی جائیں تاکہ نظر انداز نہ ہو جائیں۔

نوٹ:۔ جن جماعتوں میں چالیس یا چالیس سے زیادہ باقاعدہ چندہ دہندہ ممبر ہوں گے ان کے امراء و نائب امراء و دیگر عہدہ داروں کا انتخاب مجلس انتخاب امراء کے ذریعہ ہوگا مجالس انتخاب امراء کے متعلق تفصیلی قواعد علیحدہ عنوان کے ماتحت آگے درج ہیں۔ باقی جماعتیں ان قواعد کے ماتحت امراء کا انتخاب کریں گی۔

(۷) امراء کے انتخاب میں مندرجہ ذیل امور خاص طور پر ملحوظ رکھے جائیں (الف) ایک ہی نام تجویز کرنے کی بجائے حتی الوسع دو تین دوستوں کے نام تجویز کئے جائیں (ب) ہر ایک نام کے حاصل کردہ ووٹوں کی تعداد پوری پوری درج کی جائے (ج) ہر ایک کا سنہ بیعت دینی و انتظامی قابلیت۔ عمر اور پیشہ درج کیا جائے۔ (د) جماعت کے کل افراد کی تعداد بتفصیل ذیل درج کی جائے۔

(۱) بالغ مرد ۱۸ سال اور اس سے اوپر (۲) بچے ۱۸ سال سے کم اور (۳) مستورات

(۸) اگر کوئی جماعت بااتفاق کسی ایک ہی دوست کو عہدہ امارت کے لئے منتخب کرے۔ اور کسی قسم کا اختلاف رائے انتخاب میں نہ ہو تو ایسی جماعت کو بوضاحت اپنی درخواست میں اس امر کو بیان کر دینا چاہیئے کہ یہ انتخاب بااتفاق عمل میں آیا ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا۔

(۹) بوقت انتخاب اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ایک سے زیادہ عہدے ایک ہی دوست کے سپرد بجز خاص مجبوری کے نہ کئے جائیں تاکہ کثرت کار کی وجہ سے سلسلہ کے کاموں میں کوئی حرج اور نقص واقع نہ ہو اور تاکہ زیادہ سے زیادہ دوست کام کی تربیت حاصل کر سکیں۔

(۱۰) اگر کسی امیر یا کسی مقامی عہدہ دار کے انتخاب کے متعلق یہ شکایت موصول ہوگی اور تحقیقات پر یہ شکایت درست ثابت ہوگی کہ کسی امیدوار کے حق میں پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ تو اس انتخاب کو بموجب ہدایت حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ مندرجہ قاعدہ ۸۲۱ کالعدم قرار دیا جائے گا اور پروپیگنڈا کرنے والوں سے سختی سے باز پرس کی جائیگی۔ اور دوبارہ انتخاب کے وقت انہیں اجلاس میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

نوٹ:۔ پروپیگنڈا میں ہر ایسا امر داخل ہوگا جس میں جماعت کے افراد یا کسی فرد پر کسی طریقہ سے کسی خاص امیدوار کے حق میں یا خلاف رائے پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ (ریزولیوشن ۱۶۷ مورخہ ۲۰/ ۱۱/ ۴۳)

(۱۱) ایسی جماعتوں میں جہاں ایسے افراد کی تعداد ۲۱ یا زیادہ ہو جن پر چندہ عائد ہوتا ہو۔ وہاں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فیصلہ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء کے مطابق مرکز سلسلہ کے کسی بقایا دار کو کسی کام پر مقرر نہیں کیا جائیگا۔

نوٹ:۔ بقایا سے مراد چھ ماہ سے زائد کا بقایا ہے۔

(۱۲) اگر کسی جگہ عہدہ پر مجبوراً کسی بقایادار کو مقرر کرنا پڑے تو اس عہدہ دار سے یہ تحریری عہد لیا جائے گا کہ وہ اپنے بقایا کو مناسب مقررہ شرح سے باقاعدہ ادا کرتا رہے گا۔ اور اس شرح کی منظوری بواسطہ مقامی امیر یا پریذیڈنٹ نظارت متعلقہ سے حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ لیکن اگر کوئی بقایادار (سوائے موصی بقایادار کے کہ اس کا بقایا بموجب ارشاد حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مندرجہ اخبار الفضل مجریہ ۱۹ر مارچ ۱۹۲۸ء معاف نہیں کیا جا سکتا) اپنا بقایا ادا کرنے سے بالکل معذور ہے تو اپنے عذرات کو اسی واسطہ سے بالتفصیل پیش کر کے نظارت بیت المال سے معافی لے گا۔

(۱۳) مندرجہ ذیل اشخاص کو کسی قسم کے انتخاب کے اجلاس میں حصہ لینے کا حق نہیں ہوگا (الف) ایسا شخص جس کے ذمہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ کا بقایا بغیر منظوری مرکز چلا آتا ہو اور اسے ادا نہ کر رہا ہو (ب) مستورات (ج) اٹھارہ سال سے کم عمر بچے (د) جو افراد سلسلہ کی طرف سے زیر تعزیر ہوں (ہ) ایسے افراد جو اپنا مرکزی چندہ مقامی نظام جماعت کو توڑ کر علیحدہ طور پر مرکز میں بھجوانے پر مصر ہوں

(۱۴) ہر عہدہ کی اہمیت اور فرائض کے مناسب

ضروری اعلان برائے امراء و پریذیڈنٹ و مبلغین صاحبان

جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان و کشمیر کے جملہ عہدہ داران کی میعاد ۳۰ر اپریل ۱۹۵۳ء کو ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ تین سالوں یعنی ۳۰ر اپریل ۱۹۵۶ء تک کے لئے نئے عہدہ داران کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آجائے۔

لہذا موجودہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان اور نیز مبلغین حضرات کو چاہیئے کہ فوری طور پر اپنی اپنی جماعتوں کے عہدہ داروں کا نیا انتخاب کرا کر اس کی رپورٹ مرکز میں جلد از جلد ارسال کر کے عند اللہ ماجور ہوں اور ہمیں شکریہ کا موقع دیں ؎

نوٹ:۔ قواعد دربارہ انتخاب ملاحظہ فرمالیں اور اُس کو محفوظ فرمالیں۔

ناظر اعلیٰ قادیان
۱۰ر جنوری ۱۹۵۳ء

حال اس کے لئے عہدہ دار کا انتخاب ہونا چاہیئے اور رائے دیتے ہوئے دوستوں کو اہلیت کے سوال کو ہر صورت میں مقدم رکھنا چاہیئے محض نام کے طور پر عدیم الفرصت یا سست یا غیر مخلص یا نا اہل یا کسی رنگ میں بُرا نمونہ رکھنے والے اشخاص کو منتخب نہیں کرنا چاہیئے۔

(۱۵) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا مجلس خدام الاحمدیہ کا ممبر نہیں کسی عہدہ پر مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ (۱) پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم عمر کے عہدہ دار مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبر ہوں گے اور چالیس سال اور اس سے زیادہ عمر کے عہدہ دار مجلس انصار اللہ میں داخل ہوں گے (۲) مرکزی مجلس خدام الاحمدیہ صرف اس شخص کو اپنا رکن سمجھتی ہے جس کا فارم رکنیت پُر ہو کر مجلس مرکزیہ کے دفتر میں پہنچ چکا ہو۔

(۱۶) فہرست انتخاب کو مرکز میں بھجواتے وقت اس بات کو وضاحت سے بیان کرنا چاہیئے کہ مطابق قواعد ووٹ دینے کے قابل اس انجمن کے کتنے افراد ہیں اور ان میں سے بوقت اجلاس کتنے حاضر تھے

(۱۷) فہرست انتخاب پر صدر جلسہ کے علاوہ دو ایسے دوستوں کے دستخط ہونے لازمی ہوں گے جو کسی عہدہ کے لئے انتخاب میں نہ آئے ہوں مگر انتخاب کی کارروائی میں موجود رہے ہوں۔

(۱۸) نئے عہدہ داروں کے انتخاب کی فہرستیں معہ ان کی خط و کتابت کے مکمل پتوں کے (سکونت۔ ڈاک خانہ ضلع وغیرہ) نظارت علیا میں آنی چاہئیں لیکن جب تک ان عہدہ داران کی منظوری کا اعلان شائع نہ ہو اس وقت تک سابقہ عہدہ دار ہی کام کرتے رہیں گے۔

(۱۹) نئے عہدہ داروں کی منظوری کا اعلان شائع ہونے پر سابقہ عہدہ داروں کو فی الفور کام کا چارج پوری تفصیل اور مکمل ریکارڈ کے ساتھ نئے عہدہ داروں کے سپرد کر دینا چاہیئے اور نئے عہدہ داروں کو چاہیئے کہ چارج لینے کے بعد دو ہفتہ کے اندر اندر سابقہ عہدہ داروں سے گذشتہ سال کی رپورٹیں لے کر متعلقہ مرکزی دفاتر کو بھجوا دیں۔ ورنہ یہ ذمہ داری بعد میں ان پر عائد ہو گی۔

(۲۰) اگر کسی انجمن یا حلقہ امارت کے ساتھ اور دیہات یا جماعتیں بھی شامل ہوں تو یہ بات فہرست انتخاب اور درخواست امارت میں واضح طور پر بیان کرنی چاہیئے۔ کہ اس انجمن یا حلقہ امارت کے ساتھ فلاں فلاں جماعتیں بھی شامل ہیں اور کہ اس انجمن یا حلقہ امارت کا مرکزی مقام کونسا ہے۔ یعنی کس نام پر یہ انجمن یا حلقہ امارت ہو گا۔

(۲۱) اگر کسی انجمن کا تار کا پتہ رجسٹرڈ ہو تو وہ بھی لکھا جائے۔ اور ٹیلیفون ہونے کی صورت میں اس کا نمبر دیا جائے۔

(۲۲) اگر کوئی امیر یا پریذیڈنٹ یہ خواہش رکھتا ہو کہ اسکے سیکرٹریوں کے نام خط و کتابت اس کی معرفت ہو تو اس بات کو بھی واضح کر دیا جائے۔

(۲۳) عہدہ داروں کے نام کے ساتھ ان کے القاب و خطاب بھی لکھے جائیں (مثلاً مولوی۔ سید۔ مرزا۔ چوہدری۔ شیخ۔ بابو۔ ڈاکٹر منشی وغیرہ) جو عام طور پر ان کے نام کے ساتھ لکھا یا بولا جاتا ہو۔ اسیطرح ملازم ہونے کی صورت میں عہدہ کا بھی اندراج کیا جائے۔

(۲۴) مقامی جماعتوں کے عہدہ داران کا انتخاب قاعدہ ۲۲۳ کے ماتحت تین سال کے لئے ہوتا ہے مگر خاص حالات میں مرکز کی اجازت سے درمیان میں بھی تغیر و تبدیل کیا جا سکتا ہے موجودہ انتخابات ۳۰ اپریل ۱۹۵۴ء تک کے لئے ہیں۔

مجالس انتخاب امراء کے متعلق تفصیلی قواعد

(جس کا نفاذ بذریعہ ریزولیشن ۱۴۱۰ م مورخہ ۱۸ ہے ۴ المنظوری حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہوا)

مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے نمائندگان مجلس مشاورت سے مشورہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ فرمایا تھا۔

"آئندہ امارت کے انتخاب کے لئے یہ قاعدہ ہو گا کہ جہاں چالیس یا اس سے زیادہ چندہ دہندہ ممبر ہوں وہاں کی جماعت کے امیر و نائب امیر اور سیکرٹریوں اور محاسب اور آڈیٹر اور امین کا انتخاب بلا واسطہ نہ ہو گا۔ بلکہ ایک مجلس انتخاب کے ذریعہ سے ہو گا جس کے ممبروں کو چندہ دہندگان حسب قواعد منتخب کیا کریں گے۔ علاوہ ان ممبران مجلس انتخاب کے تمام مقامی صحابی اور تمام چندہ دہندگان جن کی عمر ساٹھ سے زائد ہو اس انتخاب میں حصہ لینے کے حقدار ہوں گے"۔ حضور کے اس فیصلہ سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:۔

(۱) یہ کہ مذکورہ بالا مجلس انتخاب صرف اسی حلقۂ امارت میں مقرر کی جائے گی۔ جہاں جہاں چالیس یا اس سے زیادہ چندہ دہندگان ہوں گے

(۲) یہ کہ حلقۂ امارت میں امیر کا انتخاب بلا واسطہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اسی مجلس انتخاب کے ذریعہ سے ہو گا۔

(۳) یہ کہ اس مجلس انتخاب کے ممبروں کا انتخاب بھی چندہ دہندگان ان قواعد کے ماتحت کریں گے جو اس کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان مقرر کرے گی

(۴) یہ کہ مجلس انتخاب کے منتخب شدہ ممبروں کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب بھی اس کے ممبر ہوں گے۔

(ا) صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اسی حلقۂ امارت میں رہتے ہوں۔

(ب) اس حلقۂ امارت کے چندہ دہندگان جن کی عمر ساٹھ سال سے زائد ہو۔

تفصیلی قواعد

(حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اجازت کے ساتھ مجالس انتخاب امراء کے لئے مندرجہ ذیل تفصیلی قواعد تجویز کئے گئے ہیں۔ جن کی منظوری حضور نے ۲۲ ہے ۴ کو مرحمت فرمائی)

(۱) جس حلقۂ امارت میں چالیس سے ایک سو تک چندہ دہندگان ہوں کی مجلس انتخاب کے منتخب شدہ ممبروں کی تعداد (علاوہ ان زائد ممبروں کے جن کا ذکر فقرہ ۴ میں ہے) گیارہ ہو گی۔ اور جس حلقۂ امارت میں ایک سو سے دو سو تک چندہ دہندگان ہوں وہاں کی مجلس انتخاب کے منتخب شدہ ممبروں کی تعداد (علاوہ ان زائد ممبروں کے جن کا ذکر فقرہ ۴ میں ہے) پندرہ ہو گی۔ اور جس حلقۂ امارت میں دو سو سے زائد چندہ دہندگان ہوں وہاں کی مجلس انتخاب کے منتخب شدہ ممبروں کی تعداد (علاوہ ان زائد ممبروں کے جن کا ذکر فقرہ ۴ میں ہے) اکیس ہو گی۔

(۲) چندہ دہندگان سے مراد وہ اصحاب ہیں جو اپنا چندہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور جن کے بصورت موصی ہونے کے یا غیر موصی ہونے کے ہر دو صورتوں میں چھ ماہ سے زائد عرصہ کا بقایا نہ ہو اور یہی شرط صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد ہو گی۔

(۳) لیکن اگر کسی بقایا دار نے اپنے ذمہ کے بقائے کی رقم کی ادائیگی کے متعلق دفتر متعلقہ سے مہلت حاصل کر لی ہو تو وہ اس شرط سے اس وقت تک مستثنیٰ ہو گا۔ جب تک اس نے مہلت لے رکھی ہو۔

(۴) مقامی جماعت کے کسی ممبر کے ذمہ اگر چھ ماہ سے زائد کا بقایا ہو اور اس نے اس بقائے کی ادائیگی کے لئے مہلت بھی نہ لے رکھی ہو۔ تو وہ نہ کسی عہدہ کے لئے منتخب ہو سکتا ہے اور نہ ہی مجلس انتخاب کا ممبر بن سکتا ہے۔

(۵) مجلس انتخاب کے ممبروں کی مقررکردہ تعداد کا چندہ دہندگان کی تعداد کی نسبت سے پورا رکھنا مقامی جماعت کے لئے لازمی ہے۔

(۶) اگر مجلس انتخاب کا کوئی ممبر خدانخواستہ فوت ہو جائے یا تبدیل ہو جائے یا کسی اور وجہ سے مجلس کا ممبر نہ رہے تو اس کی اطلاع فوراً ناظر اعلیٰ کو دینا ضروری ہو گا اور اس اطلاع کے ساتھ ہی اس کے قائم مقام ممبر کا بھی انتخاب کر کے بھیجا جائے گا۔

(۷) مجلس انتخاب کا اجلاس کل ممبروں کی مجموعی تعداد کے نصف ممبر حاضر ہونے پر ہو سکے گا۔

(۸) اس مجلس انتخاب کا صدر ممبران مجلس انتخاب حاضر اجلاس میں کثرت رائے سے ہو سکے گا۔

(۹) مجلس انتخاب کی جو رودئداد اور فہرست ممبران مجلس انتخاب بغرض منظوری مرکز (نظارت علیا) میں بھیجی جائے گی۔ اس پر تمام ممبران مجلس انتخاب حاضر اجلاس کے دستخط یا نشان انگوٹھا کا ہونا لازمی ہو گا۔ اور ان کے مکمل پتے بھی دیئے جائیں گے۔

نوٹ:۔ ۱ مجالس انتخاب والی جماعتوں کے امراء اور دیگر عہدہ داروں کے انتخاب کرنے سے پہلے ممبران مجلس انتخاب کی منظوری نظارت علیا سے حاصل کر لینا ضروری ہے۔

۲۔ یہ قواعد ایسی تمام پراونشل انجمنوں پر بھی حاوی ہوں گے جن میں باقاعدہ چندہ دہندگان کی تعداد ۴۰ یا اس سے زیادہ ہو گی۔

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۵۲/۱۰/۱

قاعدہ یسرنا القرآن

قاعدہ یسرنا القرآن مطبوعہ قادیان کی مدد سے چھوٹی عمر کے بچے بڑی عمر کے ناخواندہ اور انگریزی دان احباب بآسانی قرآن کریم پڑھ سکتے ہیں۔ قاعدہ سفید عمدہ کاغذ اور بلاک کے ذریعہ چھپوایا گیا ہے۔ قیمت فی قاعدہ بارہ آنہ علاوہ محصول ڈاک۔ تحریک کے خریداران کو ۳۳ فی صدی تک کمیشن دیا جا سکتا ہے۔ شرائط و تفاصیل دفتر ہذا سے بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت طے فرما دیں۔

ملنے کا پتہ: دفتر قاعدہ یسرنا القرآن محلہ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ (مشرقی پنجاب)